



DAILY®
URDU BOOKS

عہدِ وفا

احسان بھٹی

کھیل کے میدان میں اترنے والا ہمیشہ جیت کی خواہش لے کر اترتا ہے... ہارنا کوئی بھی نہیں چاہتا... مگر کچھ کھیل کے میدان ایسے ہوتے ہیں... جہاں جیت اور ہار کے فیصلے پہلے سے طے پا چکے ہوتے ہیں... ریسلنگ بھی ایسا ہی کھیل ہے... جہاں بڑی بڑی بازیاں کھیلی جاتی ہیں... آخری سنسنی خیز مقابلے کی لڑا دینے والی لڑائی... رنگ میں حقیقی فائٹ لڑی جا رہی تھی... جیت اور ہار کے اس مقابلے میں ہارنے والا اپنی متاع جان کو بھی ہار جاتا... شکست کو شکستِ فاش دینا ہی اس کا پہلا اور آخری معرکہ تھا...

سیاہ و سفید قام کے درمیان جاری عداوت اور نفرت کی اڑلی جنگ کے سنسنی خیز مناظر

ڈبلیو، ڈبلیو، اے ایریناروشنیو سے جھگڑا رہا تھا۔ بازیاں لگ رہی تھیں اور ان کا گراف تیزی سے بڑھ رہا سالانہ گریڈ سلام کے مقابلے ہونے کے سبب ہال میں تل تھا۔
دھرنے کی جگہ بھی نہیں تھی۔ مخصوص مزاج کے حامل مرد و عورتیں جوش و خروش عروج پر تھا۔ جوئے کی جارج ایپل ڈرائی فلیموں کے جیسٹی میوزک اور نیم زن تماشاچیوں کا جوش و خروش عروج پر تھا۔ جوئے کی تاریک روشنی کے ایلیمنٹ کے ساتھ نمودار ہوا۔ مقابلے

تھی صرف اور صرف ورلڈ چیمنپئن کا اسے ٹائٹل چاہیے تھا۔

گرینڈ سلام برٹن کنگ کا پہلا بڑا مقابلہ تھا جو ظاہر ہے باپ، بیٹے کے لیے بے حد اہمیت رکھتا تھا۔ برٹن کنگ کے متقابل لانے کے لیے کئی نام زیر غور آئے تھے مگر قمر جارج کے نام ٹکایا تھا جو مقابلے کو سنسنی خیز بنانے کے ساتھ ساتھ بڑے فطری انداز میں ہارنے کا وسیع تجربہ رکھتا تھا۔

ایرینا کے جنرل منیجر نے اس ”نور کشتی“ کے لیے جارج کو بطور خاص اپنے آفس میں بلا کر خصوصی ہدایت دی تھی۔ اس موقع پر کنگ میٹھی نے بھی اسے فون پر بات کرنے کا اعزاز بخشا تھا۔

جارج خاصا مطمئن اور خوش تھا۔ اس دفعہ فیس بھی تین گنا ملنے والی تھی اور کنگ میٹھی کی جانب سے خصوصی انعام کا بھی وعدہ تھا۔

برٹن کنگ کے رنگ میں آنے کا انداز بڑا سنسنی خیز اور دل دہلا دینے والا تھا۔ دل کی دھڑکن بڑھانے والے میوزک کے ساتھ وہ ڈنچروں میں جکڑا بدست درندے کی طرح رنگ کی طرف آ رہا تھا۔ دو پہاڑ جیسے جسموں کے مالک سیاہ فام ڈنچروں کو کھٹا سے اسے بمشکل سنبھال پارہے تھے۔

برٹن کنگ کا منیجر اس کے آگے، پیچھے پھدک رہا تھا۔ برٹن خاصا خوب روٹو جوان تھا مگر ہیز اسٹائل اور چہرے کے دانستہ بگاڑے ہوئے نقوش سے بالکل کسی سفید سٹور کے مانند نظر آتا تھا جو بے قابو ہو گیا ہو۔

برٹن کنگ کی آمد نے جیسے تہلکہ مچا دیا تھا۔ تماشائیوں کی اکثریت اس کی مداح تھی۔ اتنا شور مچا تھا کہ جارج کو اپنے کانوں کے پردے پہنچنے محسوس ہوئے تھے۔ یہ شور جارج کو گراں محسوس ہوا مگر یہ سوچ کر اس نے خود کو تسلی دی کہ کچھ ہی دیر کی بات تھی۔ اس کے بعد وہ جوجی فائر جوجان سے زیادہ گرنے کے استعمال پر یقین رکھتا تھا، اس کے قریب ہی قیط بھی لیٹ فیس کے ساتھ ادا کر دے گا جس کے بعد سر پر لٹکی تو اڑھٹ جائے گی۔ اس کے بعد وہ اس قابل بھی ہوگا کہ چند دن بیٹھی کو اپنے پاس رکھ سکے۔

بیٹھی کے خیال کے ساتھ ہی دل گداز سے بھر گیا۔ بیٹھی، اس کی چودہ سالہ اکلوتی بیٹی تھی۔ بیوی کے ساتھ طلاق کا کیس عدالت میں تھا۔ عدالت نے اس شرط پر بیٹھی کو تین

کے لیے اس کا نامناؤنس ہوا تھا۔ اپنے مخصوص انداز میں جمومتا ہوا وہ رنگ کی طرف بڑھا۔ روشنیاں اب اس کے پہاڑ سے سیاہ وجود کو نمایاں کر رہی تھیں۔ اس وجود میں کبھی بجلیاں چمکتی تھیں مگر اب کئی جگہوں سے کھال ٹنگنے لگی تھی اور سینے، بازو کے مسلز ڈھیلے پڑ چکے تھے۔ وہ اپنا بہترین وقت گزار چکا تھا۔ تماشائیوں میں اس کے کچھ پرانے چاہنے والے تھے جنہوں نے اس کا پُر جوش انداز میں استقبال کیا تھا۔ دیگر تماشائیوں کی جانب سے بھی تالیاں تو بجی تھیں مگر والہانہ پن نثار دیتا تھا۔ اس کی بھی وجہ تھی، وہ مسلسل ہار رہا تھا مگر اس میں جارج کا بھی تصور نہیں تھا۔ اسے کر دار ہی ”ہارنے والے ٹھوڑے“ کا ملتا تھا اور وہ یہ کر دار ادا کرنے پر مجبور تھا۔ اس کی گزر بسر کا یہ اکلوتا ذریعہ تھا۔

اناؤنس کرنے والا پیشہ ور صدا کا رہتا تھا۔ اُس نے جارج کی شان میں زمین و آسمان کے قلابے ملا کر تماشائیوں کو گرامے کی کوشش کی تھی مگر کامیاب نہیں ہوا تھا۔ آخر میں اس نے ”ایول، ایول، ایول“ والا ڈانچ بھی آزمایا مگر یہ بھی خاص کارگر ثابت نہیں ہوا۔ صرف چند دیوانوں نے ہی اس کا ساتھ دیا تھا۔

جارج کے ہونٹوں پر خنجر مسکراہٹ دوڑ گئی۔ کبھی جب مجمع یک زبان ہو کر اسے اس انداز میں پکارتا تھا تو وہ جوش سے بھر جاتا تھا۔ ڈراؤنے انداز میں زبان باہر نکال کر آنکھیں پھیلاتا تھا اور بجلی کی سی پھرتی کے ساتھ دوڑ کر رنگ کے پول پر چڑھ کر ہوا میں الٹی قلابازی کھاتے ہوئے اپنے قدموں پر سیدھا اکھڑا ہوتا تھا مگر یہ گئے وقتوں کی بات تھی۔ اب اس نے محض زبان نکالنے اور آنکھیں پھیلانے پر اکتفا کیا تھا۔ جارج کے بعد اس کے آج رات کے حریف کا نام اناؤنس ہوا۔ اس کا نام تھا برٹن کنگ سفید سٹور کے مانند خوب پلا ہوا یہ نوجوان ایک ابھرتا ہوا اسٹار تھا مگر اس کی اصل وجہ شہرت اس کا باپ ہے کنگ میٹھی انڈر ورلڈ کا ڈان اور فٹلی نقاخر کا شکار ایک سفید فام۔

کنگ میٹھی کبھی ایک نانا ہوا اسٹریٹ فائر ہوا کرتا تھا مگر بڑھ کی بڑی میں لگنے والی ایک گولی نے اسے ناکارہ کر دیا تھا۔ گزشتہ اٹھارہ سال سے وہ جیل جیجز پر تھا۔ اپنے خوابوں کی تکمیل وہ اپنے بیٹے میں دیکھ رہا تھا۔ ورلڈ چیمنپئن کا ٹائٹل وہ جلد از جلد بیٹے کے سینے پر دیکھنے کے جنون میں مبتلا تھا اور اس کے لیے اخلاقیات بھی کوئی نہیں

عجوبہ

بھول کر بھی یہ مقابلہ کر سکتے ہو۔ تمہارے سارے اندیشوں کا ذمہ میں لیتا ہوں۔“ یہ ایک دلیرانہ آفر تھی مگر جارج نو جوانی کے جوش و خروش کو گزشتہ دس سال سے الوداع کہہ چکا تھا۔ اس نے طلیقانہ انداز میں کہا۔

”بہتر ہے ٹھنڈے دماغ کے ساتھ جو طے ہو چکا ہے۔۔۔ اسے لے کر آگے بڑھو۔“

قریب موجود ریفری نے تعریفی نظروں سے جارج کی طرف دیکھا۔

یہ مکالمہ مختلف دائرے آماج آزما رہے تھے جیسی آواز میں ہو رہا تھا۔

کنگ نے تفرقے سے سر جھپکے ہوئے زہر بیلا طنز کیا۔ ”تم اپنی سیاہ کھال بچانے کی کوشش کر رہے ہو۔“

جارج کا وجود جی سے بھر گیا۔ کنگ کی آنکھوں میں نظر آنے والی نفرت اس کا وہم نہیں تھا۔ باپ کی طرح کنگ بھی رنگ دار لوگوں سے نفرت کرتا تھا۔ کنگ اس نسل کی اگلی جیڑھی تھی جو صرف اپنے جیسے سفید فاموں کو ہی انسان سمجھتے تھے۔ کنگ میں یہ نفرت بھرنے والا یقینا اس کا باپ کنگ تھی ہی تھا۔

کنگ پوری دھشت سے جھپٹا تھا۔ جارج نے جس کی دھشت کو ہاتھوں ہاتھ لیا اور پھر بازو سے تمام کراسوں کی طرف دھکیل دیا۔ رسوں کی فورس نے کنگ کو دوبارہ جارج کی طرف اچھالا۔ یہ حقیقی مقابلہ ہوتا تو جارج کا شہنشاہ کے مانند بازو کنگ کے تسلی منافرت کے غبارے سے ساری ہوا نکال دیتا مگر جارج نے بازو کی بلندی زیادہ رکھی تھی۔ کنگ نے جھکائی لی اور اس کے بازو کے نیچے سے صاف نکل گیا۔

تماشا بینوں کی جانب سے داد و تحسین کا شور بلند ہوا۔ کنگ اسی ”مونیٹم“ میں دوڑتا ہوا پول سے بھرپور فورس لے کر پلٹا ہوا میں اس کے دونوں پاؤں آپس میں جڑ گئے تھے۔ جارج نے اپنا رخ اس کی طرف کر لیا تھا۔

کنگ کے دونوں جڑے پاؤں اس کے چوڑے سینے پر لگے۔ وہ الٹ کر پشت کے بل گرا۔ پل بھر کو زمین و آسمان نے جگہ بدلی۔۔۔ اس کی ٹانگیں سر کے اوپر سے گھوم کر دوسری جانب گری گئیں۔

سنبھلنے سنبھلنے اس نے دیکھا کہ کنگ سرخ چہرے کے ساتھ کہنی موڑے اس پر گرنے والا تھا۔ جارج نے تیزی سے کروٹ بدلی۔ کنگ کہنی کے بل نیچے گرا تھا۔

ماہ بعد چند دنوں کے لیے اپنے پاس رکھنے کی اجازت دی تھی کہ وہ طے شدہ خرچ خرچے باقاعدگی سے بیوی کو ادا کرتا رہے۔ بصورت دیگر وہ اپنے اس حق سے محروم تصور کیا جائے گا۔

جوعے کی لت نے اس عمل میں باقاعدگی نہیں آنے دی تھی مگر جب بھی اس کے ہاتھ کچھ زیادہ پیسے آجاتے تھے تو وہ فوراً بیوی کو بھیج دیتا تھا جس کے سبب وہ سوا احسان جتا کر اسے نیٹ سے ملنے کی اجازت دے دیتی تھی۔

جارج نے ٹھنڈی آہ بھری۔ زندگی میں اگر اس کے لیے کوئی خوشی باقی تھی تو اس کا نام ”سٹی“ تھا۔ ذہنی طور پر وہ رنگ سے بہت دور چلا گیا مگر پھر فوراً ہی جارج کو رنگ میں واپس آنا پڑا۔ اسکرپٹ کے مطابق زنجیریں توڑوانے کی کوشش کرتا ہوا کنگ اس پر جھپٹا تھا۔ جارج نے بھی جارحیت دکھائی۔ دونوں لمحوں میں ٹھٹھکھا ہو گئے۔ انہیں علیحدہ کرنے کے لیے دونوں شیجرز، ریفری اور کنگ کو سنبھالنے والے سیاہ فام درمیان میں آگئے تھے۔

مقابلے سے پہلے ہی مقابلے کی گرا بگرمی نے تماشا بینوں کو مزید پرجوش کر دیا۔ جوعے کی کھڑکیوں پر رش مزید بڑھ گیا۔ مقابلے کا ریت ایک، تین کا تھا۔ جارج پر ایک لگانے والے کو تین ملے تھے۔ کنگ کا پلڑا ادا رخ طور پر جھکا ہوا تھا۔ اس کی یقینی فتح کا اندازہ لگانے والے تین کے بدلے میں ایک کو ترجیح دے رہے تھے۔ دونوں ریسلرز کو جدا کر دیا گیا تھا۔ زنجیروں سے آزاد ہونے کے بعد کنگ ہر کونے میں جا کر اپنے مسئلوں چھلاتے ہوئے دندنے کے مانند چنگھا کر تماشا بینوں کو دکھا رہا تھا۔ یہ اس کا مخصوص انداز تھا جسے دیکھتے ہوئے اس کے پرستار دیوانے ہو رہے تھے اور اسی کے انداز میں چنگھانے کی کوشش کر رہے تھے۔

ریفری نے دونوں ریسلرز کے بڑے نام پکڑوں پر ہاتھ پھر کر تسلی کر لی کہ کسی نے کوئی ہتھیار تو نہیں چھپا رکھا۔ اس کے بعد کھٹی جی اور دونوں ریسلرز ایک، دوسرے کے آسنے سامنے تھے۔ بظاہر ایک سنسنی خیز مگر حقیقت میں نورا سٹی مقابلے کا آغاز ہو گیا تھا۔ ابتدائی یک جھبک میں جارج کو کنگ کی سبز پتھر لی آنکھوں میں اپنے لیے نفرت نظر آئی تو اس نے محض اسے اپنا وہم سمجھا۔ دو مقابلے نے کلنے گئے کے مانند غراتے ہوئے کہا۔

”تمہیں چت رہنا میرے بائیں ہاتھ کا کھیل ہے۔ میرے باپ کی طرف سے جو تم پر دباؤ ہے۔۔۔ تم اسے

ہو گیا۔ وہ ایک دفعہ پھر بیڑ چکے تھے۔

مقابلے کا فیصلہ کسی ایک کے ناک آؤٹ ہونے پر ختم ہونا تھا۔ درمیان میں کوئی وقفہ نہیں تھا۔ جارج نے ضربات کھاتے ہوئے اس نسل پرست گورے کی بھی خوب دھلائی کی تھی۔ اس کے اندر کے زہر کے نشان کنگ کی ”سفید“ چلد پر واضح نظر آ رہے تھے جبکہ کنگ کی وحشت اس کی ”سیاہ“ چلد نے چھپائی تھی۔

مقابلہ آخری مرحلے میں آ گیا تھا۔ جارج نے دیکھ لیا تھا کہ کنگ ہانپ رہا ہے جبکہ ابھی اس کی توانائی باقی تھی مگر اسے ہارنا تھا۔

اسکرپٹ کے مطابق جارج اور کنگ سمجھ گٹھا ہوئے تو کنگ نے اسے اپنے مخصوص داؤں میں جکڑ لیا۔ جارج کے بازو اپنے گھٹنوں کے نیچے دبائے ہوئے کنگ نے اس کی دونوں ٹانگیں موڑ کر قہام کی ٹھیں اور مخالف سمت میں زور لگا رہا تھا۔

جارج لمحوں میں بے بس ہو گیا۔ ساتھ ہی اُس نے محسوس کیا تھا کہ کنگ ضرورت سے کچھ زیادہ ہی زور لگا رہا تھا۔ اس کی ریڑھ کی ہڈی پر بازو بڑھ گیا۔

مقاتلانیوں نے جارج کی تھکنی کسٹ دیکھ کر شور مچا دیا تھا۔ زیادہ تر افراد اپنی نشستوں سے کھڑے ہو گئے تھے۔

ریفری قریب آگرا تو جارج نے کراہتے ہوئے کہا۔ ”یہ کم بخت ضرورت سے زیادہ زور لگا رہا ہے۔“

ریفری نے فوراً کوشش کر کے کنگ کے جوش کو ٹھنڈا کیا۔ اس کے بعد ڈرامائی انداز میں جارج اس داؤ سے نکلنے میں کامیاب ہو گیا۔ جارج کے دبے ہوئے حمایتیوں میں جیسے زندگی کی لہر دوڑ گئی مگر کنگ نے اسے سننے کا موقع نہیں دیا اور پے در پے ضربات سے اسے ادھ موا کر دیا۔

آخر میں جارج رسوں پر گر ا ہوا تھا اور کنگ اس کے سینے پر تھپڑ برس رہا تھا۔ اس کے بعد کنگ کو دوڑ کر آنا تھا اور جارج کے سینے پر بازو کی ضرب لگا کر اسے رنگ سے باہر پھینک دینا تھا جس کے بعد جارج کو ناک آؤٹ ہو جانا تھا۔

آنے والے خوش کن لمحات کا سوچتے ہوئے جارج یہ ضربات برداشت کر رہا تھا کہ ایک اس کے سیاہ رنگ کو لے کر کنگ نے گالی دی اور پھر فیصلہ کن ضرب لگانے کے لیے رسوں سے فوراً لینے کے لیے دوڑا۔

جارج کے وجود میں جیسے آتش فشاں سا پھٹ گیا۔

اس دفعہ جارج کے حمایتیوں نے شور مچا کر اُس کا حوصلہ بڑھانے کی کوشش کی۔ دونوں ایک دفعہ پھر مقابلے تھے۔ جارج کی تجربہ کار نگاہوں نے ہانپ لیا تھا کہ کنگ کہنی کی تکلیف کو چھپانے کی کوشش میں تھا۔ کنگ کی ضربات ہلاک کرتے ہوئے جارج کے وجود میں ایک ”ذبحی ترنگ“ نے سر اٹھایا۔ وہ متعدد دفعہ نسلی منافرت کا شکار ہو چکا تھا اور نسل پرستوں کے لیے اس کے وجود میں زہر کے سوا کچھ بھی نہیں تھا۔ ایک گورے پولیس آفیسر کے ساتھ اس کا جھگڑا کئی دن میڈیا کی زینت بھی بنا رہا تھا۔ نسل پرستی کے خلاف کام کرنے والی ایک تنظیم نے تو باقاعدہ جارج کے حق میں ریلی بھی نکالی تھی۔

بات ہو رہی تھی ذبحی ترنگ کی۔ جارج نے کنگ کی طبیعت صاف کرنے کا فیصلہ کر لیا تھا۔ اسے ہارنا تھا اس کے سوا اس پر کوئی پابندی نہیں تھی۔

جارج نے کہنی کو ٹارگٹ کرتے ہوئے کنگ کو دو، تین ضربیں لگائیں تو کنگ کے چہرے پر پریشانی نظر آنے لگی۔

اسے خاص کر سرے میں ویل چیئر پر بیٹھا کنگ مٹھی بھی بڑی آسکرین پر یہ منظور کچھ کر مضطرب ہو گیا تھا۔ کنگ کی مضطرب کلائی کو موڑ کر جارج نے اسے گھٹنوں کے بل بیٹھنے پر مجبور کر دیا تھا۔ اس موقع پر ریفری قریب آیا اور دہی آواز میں غرایا۔

”یہ کیا کر رہے ہو؟ تمہارا دماغ تو نہیں خراب ہو گیا؟“

جارج نے اُن سنی کردی مگر غیر محسوس طریقے سے اپنی گرفت کمزور کر دی۔ دیکھتے ہی دیکھتے کنگ کھڑا ہونے لگا، اس کے حمایتی ہمت بندھانے لگے۔

کھڑے ہوتے ہی کنگ نے ایک جھکے سے اپنا بازو چھڑوا کر جارج کے پیٹ میں لات ماری۔ جارج تکلیف کی شدت سے دہرا ہوا تو کنگ نے رسوں سے دوڑ کر فورس لی اور ہوا میں اچھلتے ہوئے اوپر سے جارج کی گدی پر ناؤں مارا۔ دہرا ہوا جارج منہ کے بل نیچے گر ا۔ اس کی آنکھوں کے سامنے تارے سے تاج گئے۔ یہ ناک آؤٹ نہ کر دینے والی ضرب تھی۔ جوش سے پاگل ہوتے کنگ نے پے در پے کچھ اور ضربیں لگائیں تو جارج بے سدھ سا ہو گیا۔ ریفری نے پھرے ہوئے کنگ کو دور ہٹایا اور پھر کئی شروع ہوئی۔ ایک .. دو .. تین ... ڈراما ابھی باقی تھا۔ ریفری کے منہ سے دس نکلے سے پہلے جارج اٹھ کر کھڑا

سجوجا

اگلے چند منٹ میں جارج خوف و ہراس میں گر چکا تھا۔ اس کے ہاتھوں کو کچھ ہو چکا تھا، اس کی کم سے کم سزا بھی موت تھی مگر ایک انجانی سی طاقت جارج کو حوصلہ بھی دے رہی تھی۔ کنگ کو کوئی حق نہیں تھا کہ اس کے تمام تر تعاون کے باوجود اسے زہر لیے ٹھسب کا شکار ہو کر اسے گالی دے۔ وہ اپنے قتل سے خائف نہیں تھا۔ اس کی نگاہوں کے سامنے وہ مظہر مہر آیا جب سفید فام بھڑیا رنگ میں تڑپ رہا تھا اور اس کا پیشاب خطا ہو گیا تھا۔ اس مظہر کو یاد کر کے اسودگی کی ایک لہر اٹھ بھر کے لیے سارے خوف و ہراس کو بہالے گئی اس کی رنگت کو لے کر گالی دینے والے کا ذلت آمیز قماش ایک دنیا نے دیکھا تھا۔ اگلے پل مالی پریشانیوں کا دیومندہ ہٹاڑے جارج کی طرف بڑھا تو اس نے ٹھنڈا سانس لے کر خود کو تسلی دی۔ مرنا ہی قسمت میں وقت سے پہلے لکھا تھا تو گولی چلانے والے کے ہاتھ سے کیا فرق پڑتا تھا۔ وہ ہاتھ کنگ کی تسلی کا ہو یا جوزی فائر کا۔ وہ خود کو حوصلہ دیتا ہوا دواش روم میں صدمہ گیا۔

وہ کپڑے پہن رہا تھا کہ دروازے پر دستک ہوئی۔ خوف کی لہر جارج کی ریڑھ کی ہڈی میں سرایت کر گئی۔ اس نے خود کو تسلیاتے ہوئے پوچھا۔ ”کون ہے؟“

ایرینا کے میجر کی جذبات سے عاری آواز ابھری۔ ”جتنی جلدی ہو یہاں سے نکل جاؤ۔ کنگ یتیمی بخش نفیس اپنی رہائش گاہ سے روانہ ہو چکا ہے۔“

جارج دروازہ کھولنے ہی چلایا۔ ”کنگ کی اس ناجائز اولاد کو کس نے حق دیا تھا کہ میرے رنگ کو لے کر گالی دے۔ مجھ سے گالی برداشت نہیں ہوئی۔“ آخر میں اس کا لہجہ تبدیل ہوا تھا۔ ”نہ چاہتے ہوئے بھی وہ کچھ ہو گیا جو میں کبھی نہیں چاہتا تھا۔“

ایرینا کے میجر کے تاثرات میں کوئی تبدیلی نہیں آئی۔ ”تمہارا موقف کنگ یتیمی تک پہنچ جائے گا مگر فی الحال تم یہاں سے نکل جاؤ۔“ یہ کہہ کر میجر واپسی کے لیے مڑ گیا پھر ٹھٹکا اور درجن موڑے موڑے جیب میں سے نوٹوں کی ایک پتی سی گڈی نیچے گرا کر آگے بڑھ گیا۔ جارج نے ایک دفعہ پھر ٹھنڈا سانس لیا اور نوٹوں کی گڈی اٹھالی۔ اس وقت یہ گڈی اس کے لیے دنیا کی سب سے قیمتی شے تھی۔

تیز رفتاری سے ڈرائیونگ کرتے ہوئے جارج کی نظر گاڑی کے آئینے پر پڑی۔ جلد ہی اس نے ہائی دے چوڑ دیا۔ ساتھ دھنکھن نامی مضافاتی علاقے کی طرف گاڑی موڑتے ہی وہ مزید محتاط ہو گیا۔ یہ بات اس کے لیے

سارے اندیشے اور خوف کہیں دور جا چپے۔ کنگ فیصلہ کن ضرب لگانے کے لیے جھپٹ رہا تھا۔ جارج کے اور اس کے درمیان گالی کی گونج برقرار تھی۔ جارج کی آنکھوں کے آگے سرخ پردہ سا آگیا۔

اس کے وجود میں جیسے بجلی سی تڑپ۔ اپنی طرف جھپٹنے کنگ کو اس نے راستے ہی میں بازو سے تمام کر رسوں کی طرف اچھالا۔ واپسی پر کنگ کی رفتار دوگنا ہو چکی تھی اور اس کا چاکر تبدیلی نے اسے حواس باختہ کر دیا تھا۔

گولے کے مانند اپنی طرف آتے کنگ کو جارج نے باز کے مانند دوچا۔ اس کے کندھے پر ایک بازو ڈالتے ہوئے جارج نے اسی منو میٹم میں کنگ کو ہوا میں قوس کے مانند لہرایا۔ اگلے ہی پل کنگ ہوا میں پھر لینے کے بعد جارج کے سر سے بلند ہوا اور پوری قوت سے پشت کے بل رنگ کے چوٹی فرش پر جا گرا۔

کنگ کے گرنے سے ہونے والا دھماکا اور چیخ سب نے سنی تھی۔ ایک لمحے کے لیے تو یوں محسوس ہوا جیسے ساحر نے فصول بھونک کر سارے چیخ کو تجھسوس میں تبدیل کر دیا ہو۔

کنگ رنگ میں پڑا تڑپ رہا تھا اور اس کا پیشاب خطا ہو چکا تھا۔

جیسے ہی مجمع کو بدلی صورت حال کا یقین آیا۔ قیامت کا شور بلند ہوا۔ جارج کی حمایتی ناچ اٹھے تھے۔

جارج رنگ سے باہر نکلا۔ اس کے دماغ پر دھند سی جھمکی تھی۔ سرخ پردہ ابھی تک برقرار تھا۔ ریفری کی گنتی شروع ہو چکی تھی مگر جارج جانتا تھا کہ ریفری ایک ہزار تک بھی گئے تو کنگ کھڑا ہونے والا نہیں تھا۔

جارج کے میجر نے کنگ انداز میں جارج کو دیکھا۔ میجر کے چہرے کا رنگ خاک جیسا ہو گیا تھا اور ناگہیں دیر سے دیر سے کانپ رہی تھیں۔

جارج، کنگ کے میجر کے قریب سے گزرا تو اس کی نہایت سرد آواز جارج کی سماعت سے ٹکرائی۔

”اپنا ٹھکانہ سرخ پردہ پر ڈھونڈ لو، چاند تک تو کنگ یتیمی، تمہیں چھوڑنے والا نہیں ہے۔“ جارج اُن سنی کرتے ہوئے آگے بڑھتا رہا۔ حقیقت حال سے واقف ہر آنکھ اسے اچھے سے دیکھ رہی تھی۔ اپنے لیے مخصوص مختصر سے روم میں داخل ہو کر اس نے دروازہ بند کر لیا۔

آتش نشاں کے مانند پھٹنے والی جذبہ بانی کیفیت رفتہ رفتہ اعتدال پر آئے گی۔

اطمینان کا باعث تھی کہ اس کا عقب محفوظ تھا۔ طوفان ابھی دور تھا۔

رات کے اس پہاڑ اس پر سکون علاقے میں سناٹے کا راج تھا۔ ویران سڑک پر جارج گاڑی اڑاتے جا رہا تھا۔ جلد ہی اس کی گاڑی نے ایک پرسکون اور خاموشی میں ڈوبے رہائی علاقے کا سکوت توڑ دیا۔

لکڑی کے بنے قطار در قطار چھوٹے چھوٹے یک منزل گھروں میں ایک گھرایا بھی تھا جو اس کی متاریج جاں کو اپنی آغوش میں سینے ہوئے تھا۔ جلد ہی اس کی گاڑی اس گھر کے سامنے رک گئی۔

کھلونے کے مانند نظر آنے والے گھر کا بیشتر حصہ تاریک تھا۔ لکڑی کے مختصر سے دروازے کے دوسری طرف ننھا سا ہوم بین گارڈن تھا۔ داخلی دروازے کے اوپر لگے ہلکی طاقت کے بلب نے دروازے سے لے کر لکڑی کے بیرونی دروازے تک اندھیرے کو نیم تاریکی میں بدل رکھا تھا۔

گاڑی روکتے ہی جارج نے ایک حیرت بھری نظر اس آشیانے پر ڈالی جوئے اور عورتوں کی ات نے یہ آشیانہ اس سے چھین لیا تھا۔ خود کو برا بھلا کہتا ہوا وہ گاڑی سے نکلا۔ عقب سے آنے والے طوفان سے اس نے اس آشیانے کو بچانا تھا۔ مسلسل تیل کے بعد دروازے کے دوسری طرف سے اسے اپنی بیوی آملڈا کی تیز اور چھیتی ہوئی آواز سنائی دی۔

”اپنی مخصوص انگلی بن سے ہٹالو، یہاں بہرے نہیں رہتے۔“ ساتھ ہی اس کی واضح بڑبڑاہٹ ابھری۔ ”پتا نہیں اس وقت کس کے پیٹ میں مرد اٹھا ہے۔“ دروازے کی حفاظتی آنکھ سے جھانکتے ہی اس کی زبان کو بریک لگ گئے۔

جارج کا دل لرزنا شروع ہو گیا۔ آملڈا کسی آتش فشاں کے مانند پھٹنے والی تھی۔ اس نے دل کو مضبوط کرنے کی کوشش کی۔

دروازے کے دوسری طرف تیز روشنی کا انعکاس نیچے درزے باہر آیا اور پھر دروازہ چوہ چل گیا۔

اگلے ہی آملڈا دروازے کے درمیان کسی مضبوط ستون کی طرح ایستادہ نظر آئی۔ وہ سفید فام تھی اور شب خوابی کا لبادہ اس کے بے ہنگم انداز میں بڑھے وجود کو چھپانے میں ناکام نظر آتا تھا۔ اس نے چیخنے کے انداز میں کہا۔

”کیوں آئے ہو اور یہ آنے کا کون سا نام ہے؟“ طیش کے ساتھ ساتھ اس کے ذہن بال سائز چہرے پر قدرے حیرت بھی تھی۔

جارج کو اس کے عقب میں اپنی متاریج جاں نظر آئی۔ باپ کو دیکھتے ہی اس کا چہرہ مکمل اٹھا تھا۔ ماں درمیان میں نہ ہوتی تو وہ دوڑ کر باپ سے لپٹ جاتی۔ وہ خوب صحت مند اور باپ کی طرح دراز قامت تھی۔ نوخیز جوانی اس کے گالوں پر ٹھونکنے کے مانند مکمل رہی تھی۔ چلوٹ نسل ہونے کے سبب اس کی قدرے سانولی رنگت میں بڑی کشش تھی۔ جارج کی جیب میں ایسا منتر تھا جس کے ذریعے آملڈا کو رام کیا جاسکتا تھا۔ اس نے جیب سے نوٹوں کی گڈی نکالی۔ آملڈا کی آنکھوں میں چمک نمودار ہوئی۔ اس نے جھپٹ کر گڈی لپک لی اور ساتھ ہی جارج کے لیے راست چھوڑ دیا۔

اندرو داخل ہوتے ہی جارج نے بازو پھیلا دیے۔ بیٹی دوڑ کر اس کی انہوں میں سما گئی۔ اسے بے تحاشا چومتے ہوئے جارج کی آنکھیں پھر اٹھیں۔

بیٹی اس کے سینے سے چہرہ گرٹتے ہوئے منمنائی۔ ”ڈیڈ اے دے دوں سے تم کہاں تھے۔ میں بہت اداس ہو گئی تھی۔“

جارج کے سینے کی گھرائیوں سے ایک اور ٹھنڈی آہ آزاد ہوئی۔ ”بس، میری جان کہیں پھنسا ہوا تھا۔“ بیٹی نے آنسوؤں کا گولہ ساطق سے اتارتے ہوئے کہا۔ بیٹی نے گن آنکھوں سے ماں کی طرف دیکھا جو نوٹ گنتے میں مصروف تھی پھر اس نے سرکوشی کے انداز میں پوچھا۔

”تمہارے آج کے مقابلے کا کیا رہا؟ موم نے ٹی وی آف کر کے ریویوٹ اپنے پاس رکھ لیا تھا، بیٹی نے سر اوپر اٹھا لیا تھا۔ اس کی چمک دار آنکھوں میں اشتیاق تھا۔ جارج نے اس کا منہ چوما۔ ”گرینڈ سلام کی ٹیلٹ تمہارے باپ کی کمر سے بندھی ہے۔“

بیٹی نے خوش ہو کر اسے خوب زور سے سمجھ لیا۔ جارج کے پاس وقت بے حد کم تھا۔ اس نے باوہل تا خواست بیٹی کو خود سے جدا کیا اور آملڈا اسے مخاطب ہوا۔ ”تم سے کچھ ضروریات بات کرنی تھی۔“

آملڈا کا موڈ قدرے خوشگوار ہو چکا تھا۔ ”میں سن رہی ہوں مگر اتنی سی رقم کے عوض بیٹی کو ساتھ لے جانے کا خیال دل سے نکال دو، اس کے لیے تمہیں کچھ اور رقم لانی

ہوگی۔“

جارج نے اس کی بات، اُن سنی کر دی۔ ”میرے ساتھ آؤ۔“ بیٹی کو چوم کر اُس نے واپسی کی راہ لی تو آملڈا تھل تھل کرتی قدرے حیرت کے ساتھ اس کے پیچھے آئی۔ گاڑی کا انجن اشارت کرتے ہوئے اس نے آملڈا کی طرف دیکھا جو اب پوری طرح سے حیرت زدہ نظر آ رہی تھی۔ آملڈا نے گھڑی کے پاس جھک کر اس کا منہ سونگیا۔

”تم نشے میں تو نہیں ہو؟“

جارج نے صاف لفظوں کا سہارا لیا۔ ”تم اور بیٹی شدید خطرے سے دوچار ہو۔ وقت نہ ہونے کے برابر ہے۔ بیٹی کو لے کر فوراً کہیں روپوش ہو جاؤ۔“

یہ الفاظ انہیں کوئی جاوڑی منتر تھا۔ آملڈا اپنی جگہ سن ہو کر رہ گئی۔ زبان بھی اس کا ساتھ چھوڑ گئی تھی۔

جارج نے موقع سے فائدہ اٹھاتے ہوئے کہا۔ ”میرا آج کا مقابلہ دیکھ لیتا سب سمجھ جاؤ گی۔ آئندہ ہمارا رابطہ نکل مورس کے ذریعے ہوگا۔“ اس کے ساتھ ہی اس نے جینکے سے گاڑی آگے بڑھا دی۔

عقبی آئینے میں جو آخری منظر اس نے دیکھا۔ آملڈا گھٹنوں کے بل بیٹھی سینے پر دو ہتھ مار رہی تھی اور بیٹی دوڑ کر ماں کی طرف جا رہی تھی۔ اس کے بعد جارج کی آنکھوں کے آگے آنسوؤں کا پردہ آگیا اور اگلے پل ایک موڑ لیتے ہی منظر یکسر تبدیل ہو گیا۔

جارج نے گوٹ کی آستین سے آنسو صاف کیے۔ یہ احساس روح کے لیے بڑا تکلیف دہ تھا کہ اولاد کے لیے آسانیاں پیدا کرنے کے بجائے اس نے مہیب اور جان لیوا خطرہ پیدا کر دیا تھا مگر اس کے ساتھ ہی وجود کی گہرائیوں میں پوشیدہ کوئی انجانی قوت بھی ابھڑائی لے کر بیدار ہو چکی تھی جو اسے احساس دلارہی تھی کہ اس نے کچھ بھی غلط نہیں کیا۔ رفتہ رفتہ یہ قوت مزید زور پکڑ رہی تھی۔

جارج اور آملڈا کا طویل ساتھ رہا تھا۔ آملڈا، اس کے سبھی معاملات اور اونچے نیچے سے بخوبی واقف تھی۔ اس کے علاوہ وہ معاملہ فہم بھی تھی۔ جارج کو یقین تھا کہ وہ بیٹی کو لے کر روپوش ہونے میں زیادہ دیر نہیں لگائی۔

دوبارہ ہائی وے تک آتے آتے جارج حالات کے مقابل آنے کا فیصلہ کر چکا تھا۔ جان ہی گنوانی تھی تو پھر کیوں نہ لڑ کر گنوانی جائے۔ اس فیصلے نے اس کو قدرے حوصلہ دیا اور وہ پرمسکون ہو گیا۔ ساتھ ہی اس نے گاڑی کی

عہد وفا

رفتار بڑھا دی۔ اس کے فلیٹ میں اسمتھ اینڈ لسن کا بھاری ریو اور ایوینٹس سمیت موجود تھا۔ یہ شاندار ہتھیار اسے بے حد پسند تھا اور اس کے ہاتھوں میں چٹا بھی خوب تھا۔ شوٹنگ کلب میں اس نے اس ریو اور کو خوب استعمال کیا تھا مگر پچھلے چند سالوں میں اسے چھو کر بھی نہیں دیکھا تھا مگر اب گلتا تھا اس کے استعمال کی نوبت آنے والی تھی۔

فلیٹ کی طرف جانا خطرے سے خالی نہیں تھا۔ کنگ نیٹھی کا ایرینا کے بعد رخ اس کے فلیٹ کی طرف ہی ہوتا تھا مگر وہ خطرے کا سامنا کرنے کا فیصلہ کر چکا تھا۔

پارکنگ میں گاڑی روکیتے ہی وہ لفٹ کی طرف دوڑا۔ راہ میں آنے والے لاکڑ کا دُکا افراد اس کے واقف تھے اور آج رات کی اس فحش سے دوبارہ سے اسے ”اشارت“ بنا دیا تھا۔ اسے بھانگتا دیکھ کر کبھی کو کسی ایمر جنٹی کا احساس ہو گیا تھا اس لیے کسی نے بھی اسے نہیں روکا اور محض دسکری کا نشان بنا کر اسے مہارک باد دی۔

جارج بھی ان محبتوں کا جواب مسکراہٹوں سے دیتا ہوا بھاگتا رہا۔

فلیٹ بھی اس کی زندگی کے مانند بے ترتیب تھا۔ اس نے جلدی سے بیڈ کا میٹرز الٹ دیا۔ نیچے کچھ ریزگاری کے درمیان ریو اور جھگا رہا تھا۔ درجن بھر سے زائد گولیاں بھی بھری ہوئی تھیں۔ اس نے جلدی سے گولیاں اور ریزگاری سمیت کرکٹ کی بیبوں میں ٹھونکی اور ریو اور اٹھالیا۔ ریو اور کا کوڑن بتا رہا تھا کہ وہ فل لوڈ تھا۔

جارج ابھی اپنے فلیٹ والے کوریڈور میں تھا کہ خطرہ دو تیل کے مانند پلے ہوئے سفید فاموں کی شکل میں سامنے آگیا۔ دونوں لفٹ سے نکلنے ہی تیزی سے جارج کی طرف لپکے۔ پل بھر میں جارج نے فیصلہ کر لیا کہ اسے کیا کرنا ہے۔ وہ پلٹ کر واپس بھاگا۔ سفید فام بھی لکارتے ہوئے اس کے پیچھے لپکے تھے۔

جارج نے تیزی سے فلیٹ میں داخل ہو کر دروازہ لاک کر دیا۔ عین اسی وقت دروازہ لرز اٹھا۔ دونوں سفید فام ابھی جھونک میں دروازے سے آگھر آئے تھے۔

جارج ڈوڑتا ہوا بالکونی کی طرف گیا۔ دروازہ گویا زلزلے کی زد میں آگیا تھا۔ جارج جانتا تھا کہ دروازہ زیادہ دیر ان بیبوں کو روک نہیں پائے گا۔

ذیوار کا سہارا لے کر جارج بالکونی کی ریلنگ پر چڑھ گیا۔ اس کا فلیٹ چوتھی منزل پر تھا۔ ہوا کے پھیروں نے اسے لڑا لڑا مگر دیوار کے سہارے وہ اپنا توازن قائم

کے ہوسٹر میں بھی اس نے رپوالور کی جھلک دیکھی تھی اور دونوں بیل بھی نامکن تھا کہ مسج نہ ہوں مگر اس پر فائرنگ نہیں ہوئی۔ اس نے اسے اپنی خوش قسمتی جانا۔ ساتھ ہی یہ خیال بھی آیا کہ شاید اسے زندہ پکڑنے کا کنگ مینٹی نے حکم دیا ہو۔ بہر حال جو بھی تھا، وہ دوسرے بل دیوار کے دوسری طرف تھا۔ یہ اس کا علاقہ تھا۔ جوانی میں مگر ری تھی۔ وہ یہاں کے چپے چپے سے واقف تھا۔ جلد ہی اسے تاریک گلیوں نے نگل لیا۔

☆☆☆

جارج۔۔۔ ایوارڈن کے شاندار اسٹوڈیو ایوارڈنٹ میں تھا۔ ایوارڈن ایمرپاپ کی بنی تھی اور ٹیکساس سے یہاں پڑھنے کے لیے آئی تھی۔ وہ جس زندہ لڑکی تھی اور سیاہ فام پہاڑی جیسی جسامت کے مرد اس کی کمزوری تھے۔

جارج اور ایوا کے درمیان چند ماہ میں تعلقات استوار ہو کر بے حد تیزی سے آگے بڑھے تھے۔ جارج کی اکثر راتیں ایوا کے سنگ گزرتی تھیں۔ گزشتہ رات جب وہ اجاگ کیا تھا تو ایوا اکل اٹھی تھی۔ جارج کی فائٹ اس نے دیکھی تھی۔ وہ بھی کہ شاید جارج اس آٹھ کو بلیپر بیٹ کرنے کے لیے آیا ہے۔ وہ جونک کے مائدج تک جارج سے چپک رہی تھی۔ دن چڑھے جب جارج کی آنکھ کھلی تو ایوا ہنوز مدہوش نیند میں تھی۔ اس کے چہرے پر اسود کی آمیز نقابت نمایاں تھی۔

قربت کے لمحات کے دوران ایوا نے کہا تھا کہ وہ اس سے مسلسل رابطے کی کوشش کر رہی تھی۔ اس لمحے جارج کو احساس ہوا کہ وہ اپنا موبائل فون تو آف کر کے وہیں ایریا میں اپنے کمرے میں ہی بھول آیا ہے۔ یہ ایک لحاظ سے اچھا بھی ہوا تھا۔ موبائل فون کی مدد سے اسے آسانی کے ساتھ ٹریس کیا جاسکتا تھا۔

اپنے لیے اس نے سیاہ کافی بنائی۔ سر میں درد کی لہر سی اٹھ رہی تھیں۔ اس کا تو سیاہ کافی ہی تھی۔ جارج کا ذہن بار بار اس پولیس مین کی طرف جارہا تھا جو اس پر جھپٹا تھا۔ بے شک کنگ مینٹی کے ہاتھ بے حد لمبے تھے مگر قانون کو بنا کسی وجہ کے اس کے خلاف استعمال کرنا اتنا آسان بھی نہیں تھا۔ پھر بھی کسی انجانے خدشے نے اس کی دھڑکن کو تیز کر دیا تھا۔

جارج نے خود کو ٹیبل دی کہ شاید ڈیوٹی پر موجود کسی آفیسر نے مشکوک حرکات و سکنات کے سبب اس پر گرفت

رکھنے میں کامیاب رہا تھا۔ نیچے روشنیاں کچھ زیادہ ہی گہرائی میں محسوس ہو رہی تھیں۔ وہ جو کرنے جا رہا تھا، اس میں ناکامی کا مطلب دردناک موت تھا۔

توازن برقرار رکھتے ہوئے فولادی ایمرپاپی سیزمی اور اپنے درمیان خالصے کا اندازہ لگایا۔ اسے ہتھیلیوں پر پسینہ محسوس ہوا۔ فاصلہ زیادہ نہیں تھا لیکن اس کا ہاتھ ریٹک پر پہلی کوشش میں مضبوطی سے نہ پڑتا تو دوسری دفعہ کا چانس نہیں تھا۔ اس نے زاویہ تبدیل کرتے ہوئے دیوار سے ہاتھ ہٹا لیا۔ ہتھیلیاں پینٹ کے ساتھ رگڑتے ہوئے دروازے پر لگنے والی ضربات نے اسے مہینز کیا اور ناپ تول کر اس نے چھلانگ لگادی۔

ہوا میں تیرتے ہوئے اس کے دونوں ہاتھ سیزمی کے فولادی قد پچے سے ٹکرائے تو اس نے جسم و جان کی تمام تر طاقت کے ساتھ انہیں تمام لیا۔ اس کے وزنی جسم نے جھولا سالیار اور پھر وہ متوازن ہو گیا۔ دل کی دھڑکن بے ترتیب ہو گئی تھی۔ موت سے آنکھ مچولی نے اس کے جسم میں جہاں نسنی دوڑا دی تھی۔ وہاں اعتماد بھی آیا تھا۔ موت سے لڑنا کچھ ایسا نامکن بھی نہیں تھا۔ قدم بہ قدم نیچے آنے کے بجائے وہ برق کے مانند پھسلے ہوئے سیزمی سے نیچے آیا۔ زمین کو چھوتے ہی اس نے تراخا سا سنا۔ اس کے فلیٹ کا دروازہ ہارمان چکا تھا۔

یہ کثیر العنصری عمارت کا عقبی حصہ تھا۔ تیسرے درجے کی اس عمارت کا عقبی حصہ نیم تاریک تھا اور یہاں قدرے نفیس کا احساس ہوتا تھا۔ جگہ جگہ کوڑے کے ڈرم پڑے تھے جن میں سے اکثر کے ڈھکن غائب تھے۔

عمارت کے فرنٹ کی طرف جانا خطرے سے خالی نہیں تھا۔ عقبی دیوار پھلانگنا ہی بہترین آپشن تھا۔ قدم اٹھانے سے پہلے ایک ستون کی اوٹ سے ایک ہیولا سا لپک کر جارج کی طرف جھپٹا۔ جارج تو پوری طرح سے چوکتا تھا۔ اس نے جھکا کر دے کر ہیولے کو کمرے سے تھامادور پلک جھپکتے میں دور پھینک دیا۔ جہاں وہ ہیولا مگر وہاں روشنی قدرے زیادہ تھی۔ جارج چونک گیا، وہ ہیولا پولیس کی وردی میں ملبوس تھا جو آب اپنی کمرہ سے منہ سے مغفلت اٹھل رہا تھا۔ اسی وقت دونوں بیل اس کے فلیٹ کی بالکونی میں نظر آئے۔ سوچنے کا وقت نہیں تھا۔ جارج پوری قوت سے دوڑا۔ دیوار کے قریب پہنچ کر وہ آچھلا اور اس کے ہاتھ بے آسانی بیرونی دیوار کے اوپر کی کنارے تک پہنچ گئے۔ اس وقت وہ آسان شکار تھا۔ پولیس مین

عجوبہ فا

جارج نے بڑی نرمی سے اسے تمام کو اپنی گود میں بٹھالیا۔ وہ ابھی تک شبِ خوابی کے لمبائے میں محو اور اس کی سبز آنکھیں سوال کر رہی تھیں۔

جارج نے مختصر الفاظ میں اُسے ساری بات بتادی۔ ایوا سمجھنے کے انداز میں سر ہلاتی رہی۔ پوری بات سننے ہی وہ بولی۔ ”اس طرح بھاگنا اور چھپنا تمہیں مجرم ثابت کر دے گا۔ قانون کا سامنا کرو اور ساری حقیقت کھول کر بتادو، تمہارے بچنے کا یہی واحد راستہ ہے۔“

جارج نے نفی میں سر ہلایا۔ اس کے چہرے پر سایہ سالہا رہا تھا۔ ”میں کلنگ کے بارے میں زبان نہیں کھول سکتا۔ ایرینا کی سادھ کا معاملہ ہے اور ایک ایرینا ہی نہیں اس کی پشت پر بہت بڑا ناپا ہے جو کھیلوں میں کلنگ کے معاملات کنٹرول کرتا ہے۔ کلنگ میٹھی کا خوف، جس ایک پتھر ہے تو اس ناپا کا خوف پورا پھاڑ ہے۔“ جارج نے جبر جبری سی لی۔ ”ایک خاص لیول کے بعد فائزر کو چند ویڈیوز دکھائی جاتی ہیں جس میں کلنگ کے بارے میں زبان کھولنے والوں کو اپنے ہی بچوں کا گوشت کھانے پر مجبور دیکھا جاسکتا ہے۔“ جارج کی آواز لرز اٹھی۔ ”مجھ سے نہیں ہو سکے گا۔“

ایوا، اس کی گود سے اٹھ کر گھٹنوں کے بل اس کے سامنے بیٹھ گئی۔ جارج نے اپنا چہرہ دونوں ہاتھوں میں چھپا لیا تھا۔

ایوا ذہن لڑکی تھی۔ جارج کی کیفیت کو سمجھتے ہوئے وہ حالات کے اُٹھتے تانے بانے میں خود بھی الجھ گئی اور پھر ایک نتیجے پر پہنچ کر بولی۔

”تو پھر اس طرح منہ چھپانے کا کوئی فائدہ نہیں۔

بہت جلدی اور آرام سے مارے جاؤ گے، پتھرے کی آنکھوں میں آنکھیں ڈالو اور بھڑ جاؤ۔ کلنگ میٹھی اور اس کا بیٹا ہی اصل جڑ ہیں۔ یہ جڑ اکھاڑ لیجئے تو کوکین والا معاملہ اتنا اہم نہیں ہے۔ میڈیکل رپورٹس کے سبب اس الزام کا آسانی سے دفاع کیا جاسکتا ہے۔“

جارج کو ان الفاظ نے بے حد حوصلہ دیا۔ اُس کی آنکھوں میں ایوا کے لیے مٹونیت چمکی۔ اس نے ایک بالکل مختلف جذبے کے تحت ایوا کے دونوں ہاتھ تمام کر چوے اور سرشار انداز میں بولا۔

”میرے وجود میں تم نے نئی روح پھونک دی ہے۔

اس کے لیے تمہارا بے حد شکر ہے۔“

ایوا کا چہرہ ہل اٹھا۔ اچانک ایک نیا خیال آنے پر

کرنے کی کوشش کی ہو۔۔۔ یہی سوچتے ہوئے ٹی وی کے سامنے بیٹھ کر اس نے اپنا پسندیدہ نیوز چینل لگا لیا۔ ایوا کے سبب اس نے آواز بے حد مدغم رکھی تھی۔ چند ہی لمحوں میں جس خدشے نے سراغ لیا تھا، وہ بدترین حقیقت میں سامنے تھا۔ گزشتہ رات کی بریکنگ نیوز دوبارہ چل رہی تھی۔

نامور ریسلر جارج ایول کے فلیٹ پر کوکین کی موجودگی کی خفیہ اطلاع پر پولیس کے انسداد مشیات یونٹ نے قانونی کارروائی کی غرض سے چھاپا مارا تھا جس کے بعد جارج ایول نے نہ صرف کارروائی میں رکاوٹ ڈالی بلکہ انسداد مشیات کے یونٹ نے کوکین برآمد ہونے کے بعد جب اسے گرفتار کرنے کی کوشش کی تو وہ یونٹ کے ارکان کے ساتھ باراماری کر کے فرار ہو گیا۔ نیوز کا سٹرکی آواز پس منظر ہے ابھر رہی تھی۔ اسکرین پر ایک سی سی ٹی وی فوٹیج چل رہی تھی جس میں جارج نے پولیس والے کو اٹھا کر چٹا تھا اور پھر بھاگ کر دیوار پھاندی تھی۔ جارج نے اپنا چکر اتار ہوا سر تمام لیا۔ بے پناہ پیسہ... اثر و رسوخ اور اونچی کرسیوں پر بیٹھے کلنگ میٹھی کے ہم خیال سفید قام متعصب گوروں کے سبب جارج کو قانون کا بھی مجرم بنا دیا گیا تھا۔ کلنگ میٹھی کے خلاف قانون کی مدد لینے کا معمولی سا خیال بھی جارج کے دل میں تھا تو وہیں دفن ہو کر رہ گیا تھا۔

کس طرح حالات و واقعات کو توڑ مڑ کر اپنے من چاہے انداز میں پیش کر دیا گیا تھا۔ اسکرین پر منظر بدلا۔ ایک ناکانچا ناچرہ نظر آ رہا تھا۔ یہ اس کا ہمسایہ تھا جو میڈیا کے نمائندے کو بتا رہا تھا کہ اس نے متعدد دفعہ جارج کو لٹے کی حالت میں دیکھا تھا، وہ باقاعدگی سے کوکین کا نشہ کرتا تھا اور اس نے کئی دفعہ اس حوالے سے جارج کو تنبیہ بھی کی تھی۔

جارج کو محسوس ہوا کہ نسل پرست سفید قاموں کے خلاف اس کے اندر جو برتن رکھا ہے، وہ لبالب ابھر گیا تھا۔ زہر اندر گرا تو اسے مار دے گا۔ اس زہر کو اس کے جسم سے باہر نکلنا چاہیے۔

اسے احساس ہی نہیں ہوا کہ ایوا کب اس کے عقب میں آکھڑی ہوئی تھی۔ اس کی آواز سن کر جارج چوکا۔

”یہ کیا بکواس ہے؟ میں جانتی ہوں کہ تم سگریٹ تک نہیں پیٹے۔ کیا تم چل رہا ہے؟“ ایوا کے اطمینان نے جارج کا بوجھ قدرے کم کر دیا۔ اس کا اعتماد اور یقین

کھد رہا تھا کہ ایک مبینہ مجرم اور پولیس کو مطلوب شخص کی اپنے اپارٹمنٹ میں موجودگی سے وہ قطعی غافل نہیں تھی۔

سے دیکھا۔ ”تم ایک شاندار لائف پارٹنر ثابت ہو سکتی ہو۔“ جواب میں ایوانے بڑا سامنے بنایا۔ ”میری زندگی میں اس کی گنجائش نہیں ہے۔ میں آزاد پیدا ہوئی ہوں اور آزاد ہی مرنا چاہتی ہوں۔“

اسی وقت نوٹیفکیشن ٹون نے جارج کی توجہ کھینچی۔ وائس ایپ پر ایرینا منیجر کا وائس نوٹ آ گیا تھا۔ یہ وائس نوٹ اس نے فوری طور پر دیکھا تھا۔ جارج نے اسے پلے کیا تو ایوانا بھی قریب سرک آئی۔ ایک بے حد سرد اور جاندار آواز ابھری۔ جارج کی رڑھ کی ہڈی میں سرد لہریں دوڑ گئی۔ وہ یہ آواز پہلے بھی سن چکا تھا۔ یہ کنگ میٹھی کی آواز تھی۔

”اس کا لے کتے سے کہہ دو ... وہ بکاؤ مال تھا۔ گالی کی قیمت لے سکتا تھا۔ اب اسے اپنے فعل کی قیمت چکانی ہوگی۔ اس کے لیے ابھی اسے سزا تجویز ہو رہی ہے۔“ کنگ میٹھی کا لہجہ دہلا دینے والا تھا۔ وہ جیسے الفاظ چناتے ہوئے کہہ رہا تھا۔ ”اس تک یہ بات پہنچا دو، اس کی سزایا دگا رہو گی۔“

وائس نوٹ ختم ہو گیا تھا۔ جارج کے ساتھ ایوانا بھی گم سم ہو گئی تھی۔ کنگ کے سرد لہجے میں پنہاں دھمکی نے رگوں میں دوڑتے خون کو چند لمحوں کے لیے جماد کر دیا تھا۔ اسی دوران منیجر کا ایک اور وائس نوٹ آ گیا۔ جارج نے اسے بھی پلے کر دیا۔

”جارج .. تم نے بہت بُرا کیا۔ میں، تمہارے لیے افسردہ ہوں۔ پیشاب خطا ہو جانے کے سبب برٹن کنگ کسی کو مرنے دیکھانے کے قابل نہیں رہا۔ سنا ہے اس نے خود کو ایک کمرے میں بند کر لیا ہے۔ بھاگ سکتے ہو تو کسی دور دراز ملک بھاگ جاؤ، اپنی بیوی اور بیٹی کو بھی ساتھ لے جاؤ۔ کنگ میٹھی تمہیں چھوڑنے والا نہیں ہے۔“

خوف کی لہر گزر چکی تھی۔ برٹن کنگ کا پیشاب خطا ہونے والا منظر دوبارہ سے نگاہوں کے سامنے آ گیا۔ وجود میں انسانی طاقت اٹھائیاں لے کر بیدار ہونے لگی۔ اس نے وائس نوٹ ریکارڈ کیا۔

”کنگ کو کہہ دو! اس کا کوئی خدا ہے تو اس کا ٹھکانا ڈال کر اس کے گردن پرست بیٹے کی گردن نہیں توڑی۔ قسمت اُسے دوبارہ میرے مقابلے لائی تو اس کی گردن توڑنے کی حسرت ضرور پوری کروں گا۔“ جارج نے اپنے دل کی بھڑاس نکالی تھی۔ نہیں تو وہ خوب جانتا تھا کہ منیجر یہ وائس نوٹ کنگ کو فارورڈ کرنے کی جرات نہیں کرے گا۔

وہ پرجوش انداز میں بولی۔ ”کیوں نا کنگ میٹھی سے بات کی جائے۔ جو کچھ ہوا اس میں سراسر قصور اسی کے کہنے بیٹے کا ہی تھا۔ بات چیت سے ہی راستے کھلتے اور معاملات حل ہوتے ہیں۔“

جارج نے اس کی ہاں میں ہاں ملائی۔ ”ایرینا کے منیجر کے ذریعے کنگ میٹھی تک میرا موقف پہنچ گیا ہوگا۔“ ”یہ اچھا کیا تم نے۔“ منیجر کی طرف سے کوئی جواب نہیں آیا؟

جارج نے نفی میں سر ہلایا۔ ”کیسے آتا۔ میرا موبائل فون تو ایرینا ہی میں رہ گیا ہے۔“ ”یہ بُرا ہوا۔ منیجر کا نمبرز بائی یاد ہے تمہیں؟“ ”ہاں آسان نمبر ہے۔“

ایوانا پرجوش ہو گئی اور دوڑ کر اپنا موبائل لے آئی۔ ”یہ لو۔ منیجر سے بات کرو۔“ موبائل تھمتے ہوئے جارج تردد کا شکار ہو گیا۔ ”منیجر قابلِ اعتماد نہیں ہے۔ تمہارے نمبر سے بات کرتے ہی یہ معلوم ہو جائے گا کہ میں کہاں ہوں۔“

ایوانا نے موبائل نہیں لیا۔ ”تم نے بتایا تھا کہ منیجر نے تمہیں کچھ رقم دی تھی۔“ ”ہاں، ایسے ہی ہوا تھا۔“ ایوانا نے پہلو بدلا۔ ”اس کا مطلب ہے منیجر کو تم سے ہمدردی ہے۔ ملاؤ فون رسک لیے پنا چارہ نہیں۔“

جارج کا تذبذب برقرار رہا۔ ”تمہیں کسی پریشانی میں مبتلا میں نہیں دیکھ سکتا۔“ ایوانا نے غلری سے کہا۔ ”میری فکر کرنے والا میرا باپ کافی ہے۔ تم کال کرو۔“

جارج نے نمبر ملا کر موبائل کان سے لگا لیا۔ تھوڑی ہی دیر میں منیجر کی روکھی سی ”ہیلو“ سنائی دی۔ جارج الفاظ پہلے ہی منتخب کر چکا تھا۔ ”میرا موقف تم نے کنگ تک پہنچا دیا۔“ دوسری طرف خاموشی رہی۔ ... لفظ بھڑ بھڑا لائن کٹ گئی۔

جارج نے جھنجھلا کر دوبارہ کال کی۔ دوسری دفعہ بھی لائن کٹ دی گئی۔ جارج دوبارہ کال کرنے لگا تو ایوانا نے تیزی سے کہا۔ ”رک جاؤ، ممکن ہے ارد گرد کسی کی موجودگی کے سبب وہ بات نہ کرنا چاہتا ہو، تھوڑا انتظار کر لو۔“

گہرا سانس۔ لے کر جارج نے ایوانا کو گہری نظروں

بیٹے کی جان لے لوں گا۔“

ایوانے آرام سے اس کی بات مڑائی۔ ”یہ محض جذباتیت ہے۔ ایسا ممکن ہوتا تو کنگ کم از کم پانچ دفعہ تو ضرور قتل ہو چکا ہوتا۔“ کانسٹرکواٹکی سے بجاتے ہوئے اس نے سلسلہ کلام جاری رکھا۔ ”جذباتیت کو دبا کر رکھو اور مجھے کچھ سوچنے دو، فی الحال ایک نمبر لکھ کر دے رہی ہوں۔ شام کے بعد اس کے ذریعے رابطہ کر لیتا۔“

جارج باہر نکلتا تو اوور کوٹ، ادنیٰ ٹوپی میں ملبوس تھا۔ ایک مفلح مزید اس نے منہ کے گرد لپیٹ لیا تھا۔ اتفاق سے اس کے کچھ کپڑے ایوانے کے کارڈمنٹ میں رکھے تھے جو آج کام آگئے تھے۔ کندھے جھکا کر چلتے ہوئے اس نے کوشش کر کے ایک ٹانگ پر وزن ڈالتے ہوئے چلنا شروع کر دیا۔ اس طرح اس کے چلنے کے انداز میں واضح فرق آگیا تھا۔ وہ اپنے گرد پیش پر نظر رکھتے ہوئے چلتا رہا۔ طوفان کی شدت رفتہ رفتہ بڑھ رہی تھی۔ اس کے ساتھ ہی ٹریفک کم سے کم ہوتا جا رہا تھا اور پیدل چلنے والے بھی اگے دکا نظر آ رہے تھے۔ جو بھی نظر آتا، تیز حیز قدموں سے اپنی منزل تک پہنچنے کی جلدی میں ہی آتا تھا۔ ایک وہی تھا جس کے سامنے کوئی منزل نہیں تھی۔ جارج کے دل پر اداسی کے بادل چھانے لگے۔ خود سے زیادہ اسے بیٹھی کی فکر کھانے جا رہی تھی۔ موبائل فون کے عام ہو جانے کے بعد پبلک فون بوتھوں کا استعمال برائے نام ہی رہ گیا تھا مگر تری یافتہ دیگر ممالک کی طرح یہاں کی حکومت نے بھی اپنی اس روایت کو سینے سے لگا رکھا تھا۔ اس شہر کا میئر تو تھا ہی قدانت پرست پارٹی سے۔ یہ بوتھ مکمل طور سے فعال تھے۔

ارد گرد سے مطمئن ہونے کے بعد جارج ایک بوتھ میں ٹھس گیا۔ اس کے پاس ریڈ گاری پہلے سے موجود تھی۔ ایوانے بھی اس نے کچھ رقم لے لی تھی جو گزرا نے کے لیے کافی تھی۔

جارج نے ایک نمبر ڈائل کیا۔ چند منٹوں کے بعد کال ریسپو ہو گئی۔ ایک بوڈی اور مردانہ آواز نے ”ہیلو“ کہا۔ انداز واضح طور پر بے حد محتاط تھا۔ یہی انکل مورس تھا۔

جارج نے بھی محتاط انداز اپنایا۔ ”کوئی اچھی خبر سنا دو۔“

دوسری طرف لپٹے بھر کے لیے خاموشی رہی پھر انکل مورس نے کہا۔ ”وہ جب سے آئی ہے چلائے جا رہی ہے۔“

میں بھر میں اس کا بدلا روپ دیکھ کر ایوانے حیران ہونے کے ساتھ ساتھ خوش بھی ہو گئی۔ کنگ کے مقابل آنے کے لیے اسی جذبے کی ضرورت تھی۔

ایوانے جارج کا جائزہ لیتے ہوئے کہا۔ ”معاذی سے اچھا ہوا تمہاری جان چھوٹ گئی۔ وہ تمہاری پچان تھی۔ اب تمہیں حلیہ بھی تو ڈر اسما بدل لینا چاہیے۔“ ساتھ ہی اس نے کھڑکی سے باہر نظر ڈالی۔ موسم کے تیور بدلے ہوئے تھے۔ ہوا میں تیزی تھی اور برف کے ذرات اڑتے پھرتے تھے۔ آج سے اگلے تین دن تک برفانی طوفان کی پیش گوئی تھی۔ وہ بولی۔

”شدید سرد موسم میں بھاری کپڑے اور ادنیٰ ٹوپی کی مدد سے بہ آسانی خود کو چھپایا جاسکتا ہے۔“

جارج بے بسی سے بولا۔ ”میں اس پہاڑ سے وجود کو کہاں چھپاؤں۔ جہوم میں بھی علیحدہ سے نظر آتا ہوں۔“

ایوانے گہرے نظروں سے اسے دیکھا اور پھر اس کے گلے لگ گئی۔ چند جذباتی لمحوں کے بعد علیحدہ ہوئی اور چرمی سانسوں کے درمیان بولی۔

”کندھے جھکا کر اور چلنے کے انداز کو بدل کر تم کافی حد تک اپنی مخصوص پچان چھپا سکتے ہو۔ ہمارے شہر میں قدار مردوں کی تعداد کم نہیں ہے۔“

”کوشش کروں گا۔“

ایوانے پوچھا۔ ”اب کیا ارادہ ہے؟“

”فی الحال تو تمہاری جان چھوٹنے کا ہے۔ اگر میری کال لسٹ کی طرف کنگ یا پولیس ڈپارٹمنٹ کا دماغ چلا گیا تو یقیناً تم بھی نظروں میں آ جاؤ گی۔ اس سے پہلے مجھے چلا جانا چاہیے۔“

ایوانے کچھ سوچتے ہوئے بولی۔ ”ان کا دماغ ضرور جائے گا بلکہ آج کل تو پولیس کا کام کرنے کا طریقہ بھی یہی ہے۔ اگر تم نے چھپ کر وقت گزارنا ہے تو ٹیکساس چلے جاؤ۔ وہاں انتظام۔“

جارج نے اس کی بات کاٹی۔ ”نہیں.... کنگ کا خطرہ ہر وقت خطرے کے مانند سر پر منڈلاتا مجھے منظور نہیں ہے۔ خطرے کا ریسرچیری بیوی اور بیٹی کی طرف بھی ہوسکتا ہے۔ مجھے اس کا ستر باب کرنا پڑے گا۔“

”کیا ہے تمہارے دماغ میں؟“ ایوانے دوبارہ اپنی ہنر آ نکھیں اس پر جمائیں۔

جارج نے ایک طرف پڑا ہوا رولر اٹھایا۔ اس کی آنکھوں میں بجلیاں سی کوئنے لگیں۔ ”ان حرامی باپ،

اس وقت ہاتھ روم میں ہے ورنہ اس کی آواز ہی تمہارے لیے اچھی خبر ہے۔“

جارج نے بے اختیار اتر پڑیں کوچم لیا اور ساتھ ہی رابطہ منقطع کر دیا۔ بیٹنی اب محفوظ باتوں میں تھی۔ اب اسے اپنی پروا ذرا بھر بھی نہیں تھی۔ وہ اتنا ترنوال نہیں تھا۔ کنگ کے لیے وہ لوہے کا چٹا ثابت ہونے والا تھا۔

جارج کو قدرے فکر تھی تو قانون کی تھی۔ کنگ نے بڑی عمارت سے قانون کو اس کے برعکس لاکھڑا کیا تھا۔ قانون کی مزاحمت کرنے والوں کے ساتھ معاشرے کے سبھی ستونوں کا رویہ بے چلک اور بے حد سختی کا تھا۔ بظاہر وہ ڈیوٹی پر موجود ایک پولیس آفیسر کو ضرب لگانے کا بھی مجرم تھا۔ یقیناً قانون اس کے خلاف پوری قوت سے حرکت میں آچکا تھا۔

جارج کو تجھ سے لگا تو اسے سردی کی شدت کا اندازہ ہوا۔ ہوائی کاٹ مزید بڑھ چکی تھی۔ ابھی شام تک کا وقت گزرا تھا۔

جارج نے قریبی انڈر گراؤنڈ ریلوے اسٹیشن کا رخ کیا۔ یہاں وہ وقت بھی گزرا سکتا تھا اور ہوائی براہ راست مارے بھی خاصی حد تک محفوظ رہ سکتا تھا۔

برفانی طوفان کی آمد آگئی۔ ابھی سے ملگسا سا اندھیرا چھا گیا تھا۔ اس دوران دیرانی تیزی سے بڑھ رہی تھی۔ ٹریفک برائے نام ہی رہ گیا تھا۔

انڈر گراؤنڈ اسٹیشن پر بھی دیرانی کا راج تھا۔ ابھی ایک ٹرین آکر کی تھی جس سے چند ہی افراد اترے تھے۔ اور تیزی سے اخراجی برقی سیزجیوں کی طرف لپکے تھے۔ اس کے علاوہ دو تین بے گھر قسم کے افراد کوئے کھدروں میں ڈیرے لگائے ہوئے تھے۔

روشنیوں سے جھلکاتے اسٹیشن پر کوئی نیم تاریک گوشہ تھا نہیں۔ جارج نے آخری کونے کی ایک بیچ تنگ کی۔ یہاں سے وہ آنے جانے والوں پر آسانی کے ساتھ نظر رکھ سکتا تھا۔ وہ بیچ پر آرام سے بیٹھ گیا۔ پلیسوں سے چبھتا ریوالور اس کی ڈھارس بندھا رہا تھا۔

انتظار کی کوفت نے جلد ہی اسے ہیزا کر دیا۔ آتی جاتی ٹرینوں اور ٹرینوں کی آمد و رفت بتانے والے کمپیوٹرائزڈ ڈسپلے کو دیکھ دیکھ کر وہ یور ہو گیا۔ وہ یہاں سے اٹھنے کا سوچ رہا تھا کہ اچانک اسے کسی ٹرڈ کا احساس ہوا۔ اسی کے مانند بھاری لمبا دوں میں پلیس یہ چار افراد تھے۔ یہ چاروں ہی ایک ایک کر کے اسٹیشن پر آئے تھے۔

جارج نے انہیں نوٹ کیا تھا مگر اچانک ہی وہ چاروں ایک فاریشن میں نظر آئے اور جارج نے خود کو گھرا ہوا محسوس کیا تو ایک جھٹکے سے اٹھ کھڑا ہوا۔ قریب موجود تاریخی اور کوٹ والے کا ہاتھ جیب سے باہر آیا۔ اس کے ہاتھ میں سیاہ فولاد کی جھلک محسوس ہوتے ہی جارج کی لمبی ٹانگ برق کی تیزی سے حرکت میں آئی اور مقابل کے ہاتھ سے پھل صاف نکل گیا۔

جارج نے تیزی سے اپنا ریوالور نکالا۔ اسی وقت عقب سے ایک چٹکھٹائی ہوئی بدبودار آفت اس سے چپک گئی۔ جارج ریوالور تو استعمال نہ کر سکا مگر جھک کر تیزی سے اس بدبودار اور جیم شخص کو اپنے آگے پیچھے میں ضرور کا میاب ہو گیا۔ اسی وقت اس کی پلیسوں سے فولادی نال آگئی۔

”خبردار! حرکت کی تو مارے جاؤ گے۔“ وحشت زدہ آواز میں دیوانگی تھی مگر جارج تو دیوانگی کی حدود سے بھی نکل چکا تھا جس کے ہاتھ سے اس نے پھل چھڑوایا تھا۔ وہ اس کے ریوالور والے ہاتھ پر بھجھٹ رہا تھا۔ جارج نے اچانک پہلو بدلا۔ گولی چلی۔ نہ جانے کسی کو گولی یا نہیں مگر جارج نے پھل پر ہاتھ ڈالتے ہوئے اپنے وزنی ریوالور کا دست گولی چلانے والے کے سر پر قوت سے رسید کر دیا تھا۔ ادنیٰ ٹوپی کے باوجود اس کے حلق سے کریہ پیچ نکلی اور وہ نیچے گر گیا۔ ریوالور پر بھجھنے والا اپنی جھوک میں جارج کے قریب آ گیا تھا۔ اسی موقع میں ریوالور والا ہاتھ واپس آیا اور اس کے جھڑے پر لگا۔ کلک کی واضح آواز ابھری اور وہ بھی جڑا تھا۔ دہرا ہو گیا۔

جارج کے قدموں پر پڑے ہوئے بدبودار شخص نے اچانک اس کی ٹانگیں کھینچ لیں۔ جارج لڑکھڑایا تو موقع کی تاک میں کھڑے پوتے شخص نے اس کا ریوالور والا ہاتھ دبوا چا اور پوری وحشت سے اس کی کلائی میں دانت گاڑ دیے۔ اور کوٹ کی آستین اوپر ہو جانے کے سبب اسے یہ موقع ملا تھا۔

جارج لڑکھڑاتے ہوئے دھڑام سے نیچے گرا۔ اس کی کلائی میں جیسے انگارے سے بھر گئے تھے۔ دانت جمانے والا باقاعدہ کلائی کو کھنچوڑ رہا تھا مگر جارج نے بھی ریوالور نہیں چھوڑا مگر پھر اسے ریوالور چھوڑنا ہی پڑا۔ سر پر ریوالور کی ضرب کھانے والا ناک آؤٹ ہو چکا تھا۔ دوسرا مضروب جڑا تھا۔ وحشتناک غراہٹ کے ساتھ اس کی پلیسوں میں ضربیں لگا رہا تھا۔ اس کے وزنی جوتے کی ٹو

کے فرش پر پڑا ترپ رہا تھا۔ تیسرے کو جارج کے دو روزی گھونٹوں نے لبا لبا دیا۔ چوتھا ویسے ہی ناک آؤٹ ہو چکا تھا۔

اپنے اپنے شکار کے چھٹے چھڑا کر جارج کو غیر یقینی سے دیکھنے والے چہرے جسم کے دو سیاہ قام نوجوان تھے۔ دونوں ایک جیسی شکل کے مالک تھے اور ایک جیسے ہی چست سیاہ رنگ کے لمبا دوں میں ملبوس تھے۔

جارج کے سامنے ریسٹلنگ کی دنیا کے معروف نام ”راک برادرز“ کھڑے تھے۔ جو ہمیشہ جوڑی کی صورت میں لڑتے تھے اور حریف جوڑی کے چھٹے چھڑا دیتے تھے۔ چند ماہ پہلے ایک مقابلے کے دوران حادثاتی طور پر ان کے ہاتھوں ایک ریسٹر کی گردن کی ہڈی ٹوٹ گئی تھی جس کے بعد سے انہوں نے رنگ سے دوری اختیار کر لی تھی۔

راک برادرز میں سے ایک نے جارج کے ہاتھ میں ہاتھ ڈالا۔ ”کیا معاملہ ہے بڑے بھائی؟“

جارج نے اضطرابی انداز میں کہا۔ ”پہلے یہاں سے نکلنے کی کرو۔“

راک برادرز کو بھی معاملے کی سنگینی کا اندازہ ہو گیا تھا۔ وہ تینوں تیزی سے اسٹیشن کے باہر کی جانب لپکے تھے۔ جارج ایک طرف پڑا اپنا ریوالتور اٹھاتا نہیں بھولا تھا۔ ساتھ ہی اس نے اپنی ٹوپی اور مفلر بھی لے لیا تھا۔

راک برادرز کے پاس بیگ تھے جو انہوں نے ایک طرف رکھے ہوئے تھے۔ وہ تینوں باہر نکلے تو ایک پولیس کار تیزی سے سائرن بجاتی دہاں پہنچی تھی۔ یقیناً اسٹیشن پر ہونے والی لڑائی دیکھ کر کسی نے 911 پر کال کر دی تھی۔

پولیس کار دیکھتے ہی جارج نے ایک پارک کی ہوئی گاڑی کی اوٹ لے کر مفلر سے منڈھانپ لیا۔ برفانی طوفان شدت اختیار کر چکا تھا اور ہر طرف برف کے ذرات اُڑتے پھرتے تھے۔ حدنگاہ محدود ہو گئی تھی۔

پولیس کار سے دو آفسیور تیزی سے اتر کر اسٹیشن کی طرف دوڑے تھے۔ جارج کے انداز نے راک برادرز کو تشویش میں مبتلا کر دیا ایک بولا۔

”پولیس سے بھی تمہیں مسئلہ ہے کیا؟“ دونوں شاید ٹی وی سے دور تھے۔

”بتاتا ہوں تمہارے پاس کوئی محفوظ ٹھکانا ہے؟“

دوسرا بولا۔ ”ہاں، پاس ہی ہمارا گھر ہے اور گھر میں

نے جارج کو لوٹ پوٹ ہونے پر مجبور کر دیا۔ اگلے چند لمحوں میں وہ تین افراد کے نشانے پر تھا۔ ساتھ ہی وہ منہ سے بھی گندا نکل رہے تھے۔ اسٹیشن راک کا ڈکا افراد نے اس کی مدد کو آنے کے بجائے کان دیا کر نکل جانے ہی میں عافیت جانی تھی۔ جارج نے سر اور چہرہ بازوؤں میں لپیٹ کر ناگہم سینے کے ساتھ لگا لی تھیں۔ اس طرح وہ جسم کے نازک حصوں کو شدید ضربات سے بچانے میں کامیاب ہو گیا تھا۔

اس دوران ایک ہانپی ہوئی آواز جارج کی سماعت سے ٹکرائی۔ ”لے چلو اس“ آگے کے الفاظ ناقابل بیان تھے۔

دو افراد نے مل کر جارج کے ہاتھ پشت کی جانب موڑے۔ جھکڑی کی کھڑکڑاہٹ ابھری۔ جارج کو معلوم تھا کہ ایک دفعہ وہ باندھ لیا گیا تو کنگ مینٹی کا جان لیوا عتاب زیادہ دیر کی بات نہیں رہ جائے گی۔ اس نے زور لگا کر ایک بازو چھڑوا لیا۔ اس جھکڑی میں وہ سیدھا ہوا تو بلڈاگ کی شکل والے شخص نے جھکڑی چھوڑ کر پمپل اس کی طرف سیدھا کیا۔ نشانہ اس کی ناگہم تھی۔ بلڈاگ کے تاثرات سے صاف ظاہر تھا کہ وہ کوئی چلانے والا ہے۔

جارج بے اختیار ناگہم سینے ہوئے چلا یا۔

”کوئی نہیں چلاؤ“ میں، تمہارے ساتھ چلنے کے لیے تیار ہوں۔“

بلڈاگ کا ہاتھ جھپک لے کر رہ گیا۔ اس کے جڑے پر جارج نے ضرب لگا دی تھی۔ اس کا مضروب حصہ سوچ گیا تھا اور اس ضرب کا طیش اس کی آنکھوں میں نظر آرہا تھا۔

بلڈاگ نے اسے نشانے پر رکھتے ہوئے کہا۔ ”سیدھے کھڑے ہو جاؤ اور ہاتھ عقب میں لے جاؤ۔“

جارج نے بے بسی کے احساس کے ساتھ اس کی ہدایت پر عمل کیا۔ اسی وقت ایک ٹرین مطلوبہ وقت کے بعد اسٹیشن چھوڑ رہی تھی۔ جارج کی اوٹی ٹوپی اور مفلر گر چکے تھے۔ چہرے پر بھی راک کا ڈکا چوٹوں کے نشان تھے۔ وہ یہ لڑائی بہت جلدی بار گیا تھا۔ مایوسی اس کے وجود میں گھر کونے لگی تھی کہ اچانک کوئی توپ کے گولے کے مانند بلڈاگ سے نکرایا اور اسے دور تک رگیدتا ہوا لے گیا۔

جارج نے حیرت سے آنکھیں جھکیں۔ اسی دوران جیسے بجلی سی چمکی۔ اس کے ہاتھ جکڑنے کا خواہش مند ایک سیاہ پوش کے کندھے پر بلند ہوا تھا اور دوسرے ہی لمحے نگریت

صرف ماں ہے۔“
”تو پھر چلو۔“

پندرہ منٹ کی واک کے دوران جارج نے بھی کچھ راک برادرز کے گوش گزار کر دیا۔ وہ ایک ساحلی علاقے میں کچھ دن گزار کر آئے تھے اور ٹی وی وغیرہ سے خاصے دور رہے تھے۔

راک برادرز اور جارج کا ساتھ دو سال سے زائد عرصہ پر محیط رہا تھا۔ ان کے درمیان خوشگوار تعلقات رہے۔ ساری صورت حال بنانے کے بعد جارج نے کہا۔
”تم غیر ارادی طور پر میرے سنگین مسئلے میں الجھ بیٹھے ہو۔ واپسی یہاں سے ہو سکتی ہے۔ میں، تمہیں کنگ میٹھی کے نشاے پر نہیں دیکھنا چاہتا۔ چاہو تو میں یہاں سے ہی اپنی راہ لیتا ہوں۔“

راک برادرز کی آپس میں لگا ہوں ملیں۔ جڑواں ہونے کے سبب وہ بنا زبان کے ہی بہت سی باتیں ایک دوسرے کو کہہ لیتے تھے۔ ایک فیملی پر پتہ کراں میں سے ایک نے قدرے معذرت خواہانہ انداز میں کہا۔

”رنگ میں جو کچھ ہوا وہ ابھی تک ہمارے لیے ایک ڈراؤنا خواب ہے۔ ہمارے لیے تم ہمدردی سے سوچ رہے ہو۔ ہمیں واقعی اس معاملے سے دور رہنا چاہیے۔“

جارج کے سینے میں دھواں سا بھر گیا مگر اس نے کوشش کر کے اپنے لہجے میں ہلاکت پیدا کی۔ ”مدد کے لیے ایک دفعہ پھر تمہارا شکریہ، میں نکلتا ہوں۔“ اس نے مخصوص انداز میں مصافحے کے لیے ہاتھ بڑھایا۔ راک برادرز نے بیک وقت اس کے ہاتھ میں ہاتھ ڈالے۔ دونوں کی نگاہیں جھکی ہوئی تھیں۔ اچانک ایک بھائی کی آنکھوں میں چمک سی نمودار ہوئی۔ دوسرے بھائی کے برعکس اس نے جارج کا ہاتھ چھوڑتے چھوڑتے دوبارہ تھام لیا۔ اس تبدیلی نے جارج کو بھی چونکا دیا۔

راک برادرز بھرپور مدد کر سکتا ہے۔“ ایک شخص ہے جو تمہاری بھرپور مدد کر سکتا ہے۔“
”کون؟“ جارج نے بے ساختہ پوچھا۔

”راک مین سیاہ فاموں کے حقوق کا تحفظ کرنے والی سیاہ فاموں کی تنظیم ”بگ پیٹ“ کا چیئر مین۔“ جارج کو دلچسپی محسوس ہوئی۔ ایسی تنظیموں کا اس نے سنا تو تھا۔ وہ جلدی سے بولا۔ ”راک مین سے رابطے کا کوئی ذریعہ ہے؟“

راک برادر نے اثبات میں جواب دیا اور اپنا بیگ

دوسرے کے حوالے کرتے ہوئے کچھ کہا۔ دوسرا بھائی دونوں بیگ سنبھالے اپنے گھر والی اسٹریٹ کی طرف مڑ گیا۔

کچھ دیر بعد جارج سیاہ فاموں کے مخصوص علاقے میں پرانی سی ایک بلڈنگ کے چوتھے فلور پر ایک دفتر میں راک مین کے سامنے بیٹھا ہوا تھا۔ راک برادر .. جارج کا کندھا تھپک کر زرخست ہو چکا تھا۔

راک مین کی عمر کا اندازہ پچاس سے اوپر کا تھا۔ وہ مختصر سی جسامت کا سیاہ فام تھا۔ سر کے پیشربال جھڑپکے تھے۔ سناٹوں پر جو باقی بچے تھے۔ راک مین نے انہیں رنگنے کی زحمت نہیں کی تھی۔ یہ سفید بال اس پر خوب بچ رہے تھے۔

جارج نے خود پر بیتی ساری راک مین کے گوش گزار کر دی۔ یہ بات البتہ اس نے چھپائی تھی کہ برٹن کنگ کے ہاتھوں اس کا ہارنا طے ہو چکا تھا۔ اس بات کو اس نے اس طرح بدل دیا کہ برٹن کنگ نے جب اسے بطور سیاہ فام گالی دی تو وہ خود پر قابو نہیں رکھ سکا اور برٹن کنگ کو ضرورت سے زیادہ ہی سخت ناک آؤٹ کرنے والی ضرب لگا بیٹھا تھا جس کے سبب برٹن کنگ کا پیشاب خطا ہو گیا تھا۔ ایک نسل پرست گورے کا سیاہ فام کی ضرب سے پیشاب خطا ہو جانا راک مین کے لیے بھی خوشی کا باعث ثابت ہوا تھا۔ پہلے تو اس کا چہرہ سرخ ہوا۔ پھر ہنسی روکنا اس کے لیے ممکن نہیں رہا تو جارج کے ہاتھ پر ہاتھ مار کر وہ بے تحاشا ہنسنے لگا۔ ہنسنے ہنسنے اس کی آنکھوں میں پانی آگیا۔ بمشکل خود پر قابو پاتے ہوئے اس نے ٹشو سے آنکھیں خشک کیں اور بولا۔

”معاف کرنا، میں سالوں بعد ہنسا ہوں یہ ہنسی شاید سالوں کا ذخیرہ تھا۔“
راک مین کے اشارے پر جارج نے ٹوٹا ہوا سلسلہ کلام آگے بڑھایا۔

”دونوں باپ، بیٹیاں خفت برداشت نہیں کر سکے۔ رنگ سے ہی مجھے دھمکیاں ملنا شروع ہو چکی تھیں۔ اب تک دو دفعہ کنگ میٹھی کے غنڈوں سے میرا ناکرا ہو چکا ہے۔ دونوں دفعہ انہوں نے مجھ پر حملہ کیا ہے۔“

کنگ میٹھی کا نام سننے ہی اچھے اچھوں کے چھلے چھوٹ جاتے تھے مگر راک مین ذرا بھی خائف نہیں ہوا تھا۔ اسے ”راک مین“ تو نہیں کہا جاتا تھا۔

راک مین نے باریکی سے کئی سوالات پوچھے جن کا

اطمینان بخش جواب پاکر راک مین نے ٹیبل پر پڑے ٹیلی فون سے پولیس چیف کا نمبر ڈائل کیا۔ اسی ٹیکر اس نے کھول دیا تھا۔ تھوڑی دیر بعد پولیس چیف کی دنگ مگر خوشگوار لہجہ والی آواز ابھری۔

”راک مین کو آج میری یاد کیسے آگئی؟“

راک مین نے چیتے ہوئے انداز میں کہا۔
”تمہارے ڈپارٹمنٹ کے کروت ہی ایسے ہیں کہ تمہیں یاد کرنا پڑ گیا ہے۔“

”کیوں؟ کیا ہوا؟“ اس واقعہ چیف کا لہجہ بدلا ہوا تھا۔

”ریسلر جارح کا کیا معاملہ ہے؟“

”اوہ... تو وہ..... تم تک پہنچ گیا ہے۔“

- ”یہ میرے سوال کا جواب نہیں ہے۔“ راک مین نے اُکھڑے ہوئے انداز میں کہا۔

پولیس چیف بولا۔ ”اس کے قلیٹ سے 20 گرام کوکین برآمد ہوئی ہے۔ اس کے علاوہ ایک پولیس آفیسر پر تشدد اور کارپس راکش میں مداخلت کے دو علیحدہ علیحدہ کیس رجسٹرڈ ہیں۔ بھاگ کر دو اپنے لیے مشکلات بڑھا رہا ہے۔ اسے کبھی بہتر سے سرنڈر کر دے۔ پولیس آفیسر پر تشدد کا فوج سارا امریکا دیکھ چکا ہے۔ کسی کو کبھی اس سے ہمدردی نہیں ہے۔“

پولیس چیف کے خاموش ہونے پر راک مین بولا۔
 ”پولیس آفیسر پر حملے کی فوج تو تم نے چلا دی مگر
 اس کے فلیٹ کا دروازہ تو زکرا مرگھنے والے کنگ میتھی کے
 غنڈوں کی فوج لگتا ہے مجھے چلانا ہوگی۔ کنگ میتھی کے
 غنڈوں نے ریوے اسٹیشن پر دوبارہ اس پر جان لیوا حملہ
 کیا ہے۔۔۔ اس کی فوج بھی میرے ہاتھوں سے زیادہ دور
 نہیں ہے۔“

دوسری جانب پولیس چیف کو جیسے سانپ سونگھ گیا۔
 راک مین ہائیڈروجن میں رواں تھا۔ ”میڈیکل
 رپورٹ ”نشیات کیس“ کو بھی اڈمیٹر رکھ دے گی۔
 ایک ایسا شخص جو سرکریٹ تک نہیں جاتا۔ اس پر کہیں کا
 کیس .. لگتا ہے یہ قانون کی بالادستی والا امریکا نہیں،
 پاکستان یا افریقا کا کوئی پولیس اسٹیشن ملک ہے۔“ راک
 مین کا لہجہ وارننگ دینے والا ہوا۔ ”کل سارے سیاہ فام
 سڑکوں پر ہول گئے۔ تم جب جاؤ ہمارے وکلائٹی موجودگی
 میں جاری کورج اسٹریٹ میں لے سکتے ہو۔“
 پولیس چیف کے غبارے سے ہوا نکل گئی۔

”جارج کی گرفتاری کے بعد دفعات بدلی جاسکتی ہیں اور اس کے ساتھ نرمی کا سلوک کیا جاسکتا ہے۔“ پولیس چیف کا لہجہ کھوکھلا تھا۔

”نہیں چاہیے تمہاری نری ... ساری حقیقت واضح ہے۔ فائنٹ کے دو مالن کنگ میٹی کے بیٹے نے بطور سیوا قام جارج کو گالا دی جس کے بعد وہ عبرت ناک شکست سے دو چار ہوا۔ یہ ”بدبودار بے عزتی“ باپ، بیٹے سے برداشت نہیں ہوئی اور وہ جارج کے درپے ہو گئے۔ شفاف تحقیق ہوگی تو نشانات کیس کے پیچھے کس کا ہاتھ ہے، یہ بات چھپی نہیں رہے گی۔ تم سمیت بہت سے افراد کی نوکریاں جانے والی ہیں۔“ راک مین بولتا ہی چلا گیا تھا۔ جارج بھی نے حد اطمینان محسوس کر رہا تھا۔ اسے ایک مضبوط سہارا میسر آ سکا تھا۔

پچھلے بھر کی خاموشی کے بعد پولیس چیف کی ہلکتے
خودرو آواز ابجری۔ ”کیا چاہتے ہو؟“
راکب مین کے ہونٹوں پر فاحشانہ مسکراہٹ ابجری۔
جارج کی طرف دیکھتے ہوئے اس نے وکٹری کا نشان
بنایا۔ جارج نے بھی جوابا ایسا ہی کیا۔

راک مین نے سنجیدہ لہجہ اپنایا۔ ”جارج کے خلاف تمام الزامات کی واپسی پولیس آفیسر پر حملہ محض غلطی اور کلک میٹھی کے خلاف قانونی کارروائی یا پھر اسے بگام ڈالنے کا ہندوستان... جو جی ٹی مناسب سمجھو۔“

”تمہارے مطالبات کچھ زیادہ ہی سخت ہیں۔“ پولیس چیف منمنایا۔

”تو پھر شک ہے اگر جارج کو گرفتار کر لو، تجھیں عدالت میں دیکھ لیں گے۔ اس ملک کا نظام انصاف اتنا کھوکھلا نہیں ہے کہ ایک سیاہ فام امریکی کو انصاف نہ مل سکے۔“

”مجھے کچھ وقت دو۔“ پولیس چیف بالکل ہی ڈبے گیا تھا۔

”کتنا وقت چاہیے؟“

”چوبیس گھنٹے۔“

”ٹھیک ہے کل اسی وقت بات ہوگی۔“ یہ کہہ کر راک مین نے رابطہ منقطع کر دیا۔

جارج نے سرشار لہجے میں تبصرہ کیا۔ ”اب آماے“

اونٹ پہاڑ کے نیچے۔“

راک مین بولا۔ ”تم اب آرام کرو، مجھے یقین ہے کہ فیصلہ جہارے حق میں آئے گا۔“ یہ کہہ کر اس نے اپنی سیکرٹری کو بلایا۔ یہ اوجیز عمر اور بھاری جسم کی سیاہ قام عورت تھی۔ راک مین نے سیکرٹری کو جارج کے متعلق ہدایات دیں۔

اچانک جارج کو ایوا کا خیال آیا۔ اس نے بے چین ہو کر کہا۔ ”مجھے ایک ضروری کال کرنی ہے۔“

راک مین نے ٹیلی فون جارج کی طرف سرکا دیا۔ جارج نے یاد کیا ہوا نمبر ڈائل کیا۔ دوسری طرف سے فوراً ہی کال ریسیو کر لی گئی۔ ایک ڈری ہوئی نسوانی آواز نے تعارف چاہا۔

جارج بولا۔ ”یہ نمبر مجھے ایوانے دیا تھا۔ مین جارج بات کر رہا ہوں۔“

نسوانی آواز نے افسردہ انداز میں کہا۔ ”ایوا کے اپارٹمنٹ میں کس کس نے اس پر تشدد کیا ہے، وہ اسپتال میں ہے۔“

جارج کو محسوس ہوا جیسے کسی نے اس کے سر پر دھڑکی پتھر دے مارا ہو۔ کنگ میٹی بھی ہرجاؤ چاہے کچلے جا رہا تھا۔ نسوانی آواز کہہ رہی تھی۔ ”تمہیں چھینے کے لیے ٹھکانا چاہیے تو میرے پاس آ سکتے ہو۔ میں ایڈریس بتاتی ہوں۔“

جارج نے شکریہ ادا کر کے لائن کاٹ دی۔ شدید طیش نے اسے اپنی لپٹ میں لے لیا۔ اب اسے معلوم ہوا تھا کہ کنگ میٹی کے غنڈے اس تک کیسے پہنچے تھے۔ وہ لوگ پہلے ایوا تک پہنچے تھے۔ یقیناً تشدد کے ذریعے اس کی زبان کھلوائی گئی تھی۔ اس کے چلبے وغیرہ کے بارے میں جانتے ہی وہ جارج تک بھی پہنچ گئے تھے۔

اس کی بدلی رنگت کو محسوس کر کے راک مین نے پوچھا۔ ”کیا ہوا؟“

جارج نے ایوا کے بارے میں بتانے کے بعد کہا۔ ”اس وقت کنگ میٹی میرے سامنے ہوتا تو اپنے غنڈوں کی چھاؤں میں ہونے کے باوجود گردن تڑوا بیٹھتا۔“

راک مین نے نرم لہجے میں کہا۔ ”تم صرف اپنا خون جلا رہے ہو، اپنی توانائی بچا کر رکھو۔ جو ہو گیا سو ہو گیا۔“

سیکرٹری کے ساتھ وہ ایک اور ہنگامہ میں آ گیا۔ یہ ایک کشادہ اپارٹمنٹ تھا۔ جارج اپنی کیفیت پر کسی حد تک قابو پانے میں کامیاب ہو گیا۔ سیکرٹری نے اس سے

کھانے کا پوچھا تو اس نے اثبات میں جواب دیا۔ سیکرٹری کھانا بتانے میں مشغول ہوئی۔ وہ ٹی وی آن کر کے بیڈ کیمیا گراس کا ڈھن ایوا میں ہی لٹھا ہوا تھا۔ ایوا ایک قلمیں اور ہبہ قسم کے حالات میں ساتھ دینے والی لڑکی ثابت ہوئی تھی۔ اس پر تشدد نے جارج کے دل کو زخمی کر دیا تھا۔ وہ خدا سے دعا کرنے لگا کہ اسے ایسا موقع دے کہ وہ ایوا کی چوٹوں کا کنگ سے حساب لے سکے۔

کھانا کھانے کے تھوڑی دیر بعد ہی صحن کے سبب جارج کو نیند آنے لگی۔ ریلوے اسٹیشن پر کنگ میٹی کے غنڈوں سے مارا ماری کے دوران اس کی پسیلیوں پر چوٹیں آئی تھیں۔ کچھ دیر اور کوٹ نے ضربات کی شدت کو کم کر دیا اور کچھ وہ ایسی چوٹوں کا عادی تھا۔ ایسی چوٹوں کے لیے ڈاکٹر کی تجویز کردہ پین کلرگولیاں اس کی جیب میں رہتی تھیں۔ اس نے دو گولیاں پھاٹکیں اور سونے کے لیے لیٹ گیا۔ تھوڑی دیر بعد وہ گہری نیند میں ڈوب گیا تھا۔

جارج کی دوبارہ آنکھ فائرنگ کی شدید آواز سے کھلی۔ متعدد آنکھیں ہتھیار گرج رہے تھے۔ حالات ایسے تھے کہ جارج نے اچھل کر بستر چھوڑ دیا۔ نکلے کے بچے سے ریوالور نکال کر اس نے کھڑکی کا پردہ ہٹا کر باہر جھانکا۔ برفانی طوفان نظر عروج پر تھا۔ برف کے ذرات گولیوں کے مانند اڑتے پھر رہے تھے۔ حدنگاہ نہ ہونے کے برابر تھی۔

اسی وقت باہر راہداری میں دوڑتے ہوئے قدموں کی آواز سنائی دی۔ یہ ایک سے زیادہ افراد تھے۔ جارج کے اعصاب تن گئے۔ وہ تیزی سے حرکت میں آیا اور دروازے کے بائیں جانب دیوار کے ساتھ لگ گیا۔ ریوالور آگ اٹھنے کے لیے تیار تھا۔

دوڑتے قدم اس کے اپارٹمنٹ کے دروازے پر آکر رک گئے اور اگلے ہی پہل دروازہ بھری طرح سے دھڑ دھڑایا جانے لگا۔ ساتھ ہی راک مین کی آواز سنائی دی۔

”جلدی سے باہر آ جاؤ، ہمیں یہاں سے نکلتا ہے۔“ جارج کے اعصاب ڈھیلے پڑ گئے۔ اس نے جلدی سے اوور کوٹ پہنا اور پھر دروازہ کھول دیا۔ فائرنگ کی شدت مزید بڑھ چکی تھی۔ پستل بدست راک مین کے ساتھ ایک لمبا سیاہی فام نوجوان تھا جس کے ہاتھوں میں M16 تھی اور وہ پوری طرح سے چوکتا نظر آتا تھا۔

”کیا ہوا؟ فائرنگ کون کر رہا ہے؟“ جارج نے

اوروں کی بروقت کارروائی نہ کرنے کو شدید برقی طوفان کے ذمے ڈال دیا جائے گا۔

خارج کو محسوس ہوا جیسے ابھی تک بد پردہ وہی نظام چل رہا تھا جب امریکا میں سیاہ فاموں کو انسان سمجھا ہی نہیں جاتا تھا۔

خون خارج کی کنکٹیوں پر دستک دینے لگا۔ نسل پرست گوروں کے خلاف آتش نشانی تو پھٹ گیا تھا۔ وہ اپنی راہ متعین کرنے لگا تھا۔

تھوڑی ہی دیر گزری تھی کہ فائرنگ کا ایک اور زوردار سلسلہ شروع ہو گیا۔ یہ فائرنگ گیٹ کے پاس ہوئی تھی۔ یقیناً راجر نے اپنے لڑکوں کے ساتھ ہلا بول دیا تھا۔ سیزیموں کی طرف سے بھی فائرنگ کی شدت بڑھ گئی۔ وسط سے بھی زبردست جواب آیا تھا۔ ایل ایم جی کرکٹی بھی اور قرب وجوار تھر تھر اٹھتے تھے۔ اس کے علاوہ بھی متعدد ہتھیار گر رہے تھے۔ میکینک غنڈے بھی پوری قوت کے ساتھ حملہ آور ہوئے تھے۔

راک مین نے آگے بڑھنے کا اشارہ کیا۔ موبائل فون بدستور اس کے کان سے لگا ہوا تھا۔ وہ آگے، پیچھے دیوار کے ساتھ لگ کر نیچے اترے۔ فضا میں جلے بارود کی بو پھیلی ہوئی تھی۔ بیشتر روشنیاں فائرنگ کا نشانہ بن چکی تھیں یا پھر جان بوجھ کر ایسا کیا گیا تھا۔ نیچے پرآمدے میں متعدد ستونوں کی آڑ لے کر راک مین کے جاں نثار فائرنگ کر رہے تھے۔ جان لیوا جھکڑ اندھیرے اور برقی ڈٹروں کے درمیان اپنے ہدف ڈھونڈ رہے تھے۔ تاریکی میں صرف انہی کا راج تھا۔

حملہ آور گیٹ کے پاس اور وسط میں پارکنگ کے پاس موجود تھے۔ نئی اسٹریٹیجی کے تحت وہ لوگ بھی دھمکتوں میں بٹ گئے تھے۔ گیٹ کے پاس والے راجر وغیرہ کے ساتھ برسرِ پیکار تھے اور پارکنگ والے برکھجہ میں موجود راک مین کے جان نثاروں کے ساتھ تنگ میٹھی نے راک مین کی تنظیم کے اندر بھی نقب لگائی تھی۔ کسی غذا کے سبب یقیناً میکینک غنڈوں کے پاس خارج کی پن پوائنٹ لوکیشن موجود تھی۔

راک مین کے ساتھ آنے والا نوجوان سیزیموں کے نچلے سرے پر موجود تھا۔ دیکھتے ہی دیکھتے اس نے اپنے قدموں میں پڑے ایک بیگ سے نیا میگزین نکال کر M16 کے ساتھ بچھ کیا اور نصف سے زیادہ میگزین ایک ہی برست میں خالی کر دیا۔ اس کی طرف سے یہ غالباً اشارہ

بے ساختہ پوچھا۔

”میکینک غنڈوں نے ہلا بولا ہے۔ کس کی ایما پر، یہ اندازہ لگانا زیادہ مشکل نہیں ہے۔ فی الحال میرے ساتھ آؤ۔“

سیاہ فام نوجوان تیزی سے سیزیموں کی طرف دوڑا۔ خارج اور راک مین اس کے پیچھے تھے۔ اسی وقت سیزیموں کے پاس فائرنگ ہوئی۔ نوجوان نے سیزیموں پر جبکہ کرکٹی کو آواز دی۔ شدید فائرنگ کے شور میں زیادہ واضح تو نہیں تھا مگر نیچے سے جواب ضرور آیا تھا۔ نوجوان... راک مین سے مخاطب ہوا۔ ”وہ لوگ گیٹ سے اندر داخل ہو گئے ہیں۔ ہم نے انہیں وہیں روک لیا ہے۔“

راک مین کے ہونٹ ہنچ گئے۔ اس کی آنکھوں میں آگ سی روشن تھی اور وہ اس لئے قطعی طور پر بدلا ہوا نظر آ رہا تھا۔ اس نے فوراً ہٹا موبائل نکال کر کال کی۔ دوسری طرف کی آواز سنتے ہی اس نے کہا۔

”راجر! تم داخلی راستے کو چھوڑ دو، کوئی بھگتا ہے تو بھاگے دو، اپنے لڑکے لے کر پوری قوت سے مہمان والی عمارت کے گیٹ سے وہاؤ ڈالو، وہ لوگ اندر گس آئے ہیں۔“

دوسری طرف سے کچھ سنتے ہی راک مین نے کال کاٹ دی اور نوجوان سے بولا۔ ”انہیں گیٹ کی طرف دھکیلو، راجر کا دباؤ پڑتے ہی یہ بھاگیں گے۔ دو، چار چوبیس ضرور قاپو کر لیتا، میں اور خارج نکل جائیں گے۔“

نوجوان نے اثبات میں سر ہلایا اور سیزیمیاں اتر گیا۔ فائرنگ کا سلسلہ تو اتر سے جاری تھا۔ خارج کے بھی ہاتھ میں ریوالور تھا اور وہ ہر خطرے کا سامنا کرنے کے لیے تیار تھا۔ میکینک غنڈوں کے حملے کو دیگر واقعات کے ساتھ ملا کر دیکھا جاتا تو اس کے پیچھے بھی کنگ میٹھی کی طاقتور موجودگی محسوس ہوتی تھی۔ انتظامیہ میں بھی اس کا اثر و رسوخ بے حد واضح تھا۔ پولیس چیف کے ذریعے خارج کی راک مین کے پاس موجودگی کی اطلاع اس تک پہنچ گئی تھی۔ اس نے بڑی مہماری سے اسٹیٹ پولیس کے بجائے میکینک غنڈوں کو استعمال کیا تھا۔

فائرنگ کے شور میں راک مین مسلسل موبائل فون پر معرّف تھا۔ خارج سوچ رہا تھا کہ اسے تحویل میں لینے کی خاطر اس جنگ کومپڈ یا میں ”دورنگ دار“ نسلی گروہوں کی باہمی لڑائی بتایا جائے گا اور قانون نافذ کرنے والے

تھا۔ ستونوں کے عقب سے زبردست فائر پاور کا مظاہرہ کیا گیا۔ میکینک غنڈوں میں لپٹے بھر کے لیے مکمل سی سی جی تھی۔ سیزھیوں میں بارودی دھوئیں کے سبب دم گھٹنے ساگھا تھا۔

لکھ بھر کے لیے فائرنگ روک کر نوجوان نے مخصوص اشارہ کیا تو راک مین، جارن سے مخاطب ہوا۔ ”ہمیں دیوار کے ساتھ فرش پر لیٹ کر آگے بڑھنا ہے۔ اور عمارت کے عقبی طرف جانا ہے۔ اس دوران ہم کھلے میں ہوں گے اور کوئی بھی اندھی گولی ہمیں چاٹ سکتی ہے۔ کیا تم اس رسک کے لیے تیار ہو؟“

”ہاں، بلکہ میں تو ان غنڈوں کے ساتھ لڑنے کے لیے بھی تیار ہوں۔“ جارن نے پرجوش انداز میں کہا۔
”یہ لڑائی پھر کسی وقت کے لیے رکھ لیتے ہیں۔“
راک مین کی اس بات پر جارن کے ہونٹوں پر بے اختیار مسکراہٹ دوڑ گئی۔

تھوڑی دیر بعد شدید فائر پاور کے کور میں وہ ہرف کی سسل سے بھی گھنٹے فرش پر سینے کے بل کر اٹک کر رہ گئے۔ دیوار کی جڑ کے ساتھ رنگ رہے تھے۔ یہاں بھی راک مین آگے تھا۔ پگھلا ہوا اسلیم اور فضا میں تیر رہا تھا۔ وہ دونوں خیریت سے عمارت کی عقبی سمت پہنچ گئے مگر اس کوشش میں جارن کو محسوس ہو رہا تھا کہ جیسے اس کے دونوں ہاتھ جسم کے ساتھ ہیں ہی نہیں۔ ایک گال تھوڑی دیر کے لیے فرش سے ٹکا یا تھا، وہ بھی سن محسوس ہو رہا تھا۔ راک مین کے کھڑے ہوتے ہی جارن بھی اٹھ گیا اور دونوں ہاتھ اس نے اوور کوٹ کی جیبوں میں ڈال لیے۔ یہاں راکٹل کندھے سے لٹکائے ایک طویل القامت سیاہ فام نوجوان پہلے سے موجود تھا۔ جس کے کندھوں پر پاؤں رکھ کر راک مین کے ہاتھ آسانی کے ساتھ دیوار کے اوپری حصے تک پہنچ گئے تھے۔ لکھوں میں راک مین دیوار کے دوسری طرف تھا۔

جارن کی باری آئی تو نوجوان کے لیے اسے لے کر اٹھنا ناممکن تھا۔ جارن نے یہ کارنامہ اپنے بازوؤں کی طاقت کے بل پر انجام دیا تھا۔

دوسری جانب راک مین ایک گاڑی کی عقبی نشست پر موجود تھا۔ ڈرائیونگ سیٹ پر اس کی سیکریریٹی بیٹھی ہوئی تھی جس نے گاڑی کا انجن نہ جانے کب سے اشارت کر رکھا تھا۔

جارن کے پیٹھے ہی گاڑی روانہ ہو گئی۔

جارن سوچ رہا تھا۔ مسلسل تیسری دفعہ اسے جان بچا کر بھاگنا پڑ رہا ہے۔

☆☆☆

جارن ایک ویترباؤس میں تھا۔ اس کے آنے کے بعد سے راک مین مسلسل غائب تھا۔ چند گھنٹوں بعد وہ نظر آیا تو اس کا چہرہ اترا ہوا تھا۔ جارن سے نگاہیں چراتے ہوئے وہ بولا۔ ”تمہارے لیے میرے پاس بڑی جبروں کا انبار ہے۔“

جارن کی دھڑکن بے ترتیب ہو گئی۔ خود کو سنبھالتے ہوئے وہ بولا۔ ”سادو، میرا حوصلہ ابھی سلامت ہے۔“
راک مین نے ہونٹ پیچھے ہونے موہاٹل نون نکالا اور ایک وائس نوٹ سامنے کرتے ہوئے کہا۔ ”اسے سن لو!“ یہ کہہ کر وہ اس چھوٹے سے کین سے باجرنگل گیا جہاں جارن مقیم تھا۔ یہ فاروڈ وائس نوٹ تھا اور کسی ایڈوولف نامی شخص نے بھیجا تھا۔

وائس نوٹ لے ہوتے ہی جارن کا خون سنسنا اٹھا۔ کنگ میتھی کی زہریلی آواز سنائی دی۔ ”تمہاری عزیز از جان بی بی اب میری مہمان ہے۔“
یہ سنتے ہی جارن کی آنکھوں کے آگے اندھیرا سا چھا گیا۔ ٹانگیں لکھتے بے جان سی ہو گئیں۔ وہ فرشتی ہسپر پر گر سا پڑا۔

کنگ میتھی کی مخصوص آواز بذستور اس کی سماعت میں زہر گھول رہی تھی۔ ”تم نے سمجھا تھا کہ بیوی اور بیٹی کو کسی محفوظ قلعے میں بھیج دیا ہے۔“ اس کی سیاہ رنگت کو لے کر کنگ میتھی نے گالی دے کر کہا۔ ”میں دیر سے سہی مگر تمہارے قلعے تک پہنچ ہی گیا ہوں۔ بوڑھے مورس کا تو نہیں الیہ تمہاری بیوی کی ہلاکت کا مجھے افسوس ہے۔ وہ سفید فام تھی۔“

جارن کے وجود میں دھماکے سے ہو رہے تھے۔ سماعت کے علاوہ باقی تمام حسیں دم توڑ گئی تھیں۔ کنگ میتھی کی آواز نے شیطانی رنگ اختیار کیا۔ ”بیچارے! جلدی سے اس نمبر پر رابطہ کر لو، برٹن ایک شاداب اور نوخیز رنگ دار لڑکی کے لیے دیوانہ ہو رہا ہے۔ اسے روکنا میرے لیے مشکل ہو رہا ہے۔“

جارن کے قلعے سے ایک دیوانی سے دھاڑنگلی۔ اس نے جلدی سے کنگ میتھی کا بتایا ہوا نمبر ملا یا۔ دوسری طرف سے کنگ میتھی کی جذبات سے عاری آواز سننے ہی جارن چلا یا۔

دست بدست

دست نام بیچنے کے لیے فوجی بھرتی ہو رہی تھی۔ ایک نوجوان کا طبی معائنہ شروع ہوا تو اسے یقین تھا کہ وہ آنکھوں کے ٹیسٹ میں ناکام ہو جائے گا کیونکہ اس کی دور کی نظر بے حد کمزور تھی۔ جب ڈاکٹر نے اس سے کہا کہ چارٹ پڑھو تو اس نے بتایا کہ اسے چارٹ پر کچھ نظر ہی نہیں آ رہا ہے۔

ڈاکٹر نے اسے ایک قدم اور آگے بڑھنے کا اشارہ کیا۔ وہ وہاں سے بھی نہ پڑھ سکا۔ ڈاکٹر اسے آگے بڑھاتا رہا، یہاں تک کہ چارٹ اور نوجوان کے درمیان صرف دو فٹ کا فاصلہ رہ گیا۔

”ٹھیک ہے۔“ ڈاکٹر نے اسے پاس کرتے ہوئے کہا۔ ”تم دست بدست لڑائی میں تو کام آ ہی جاؤ گے۔“

کاشف سعید..... لاہور

یزید اور بائیزید

ایک دن مروان غالب کے دسترخوان پر کھانا آیا تو برتن بہت تھے اور کھانا کم تھا۔ غالب نے کہا۔

برتنوں کی کثرت کے لحاظ سے تو میرا دسترخوان یزید کا دسترخوان مطوم ہوتا ہے اور کھانے کی مقدار کو دیکھتا ہوں تو بائیزید کا دسترخوان ہے۔“

(بائیزید ایک بہت بڑے ولی اور بزرگ کا نام ہے)

ہانیہ عزیز..... کراچی

فیس

”ڈاکٹر صاحب! میرے بہرے پن کے علاج کی آپ کتنی فیس لیں گے؟“

”دو ہزار خرچ آئے گا۔“ ڈاکٹر نے کہا۔

”تو ہزار؟“ مریض نے تعجباً پوچھا۔

ڈاکٹر نے مریض کے چہرہ پر ہنسنے والے قلم بازی

کھائی اور کھانسی سے بولا۔ ”تو نہیں، پندرہ ہزار۔“

”ٹھیک ہے۔“ مریض نے سر جھکا کر کہا۔

کاشف سعید، لاہور سے

”میری بیٹی کو کچھ ہوا تو...“ جو منہ میں آیا، وہ بولنا چلا گیا۔ اس نے کنگ کو گالیاں بھی دی تھیں اور دمکیاں بھی..... آنسو اس کا چہرہ تر کر چکے تھے..... آملڈا۔ جو بھی تھا، اس کی بیٹی کی ماں اور انکل مورس..... اس کے آنسوؤں کی رفتار بڑھ گئی۔

کنگ بیٹھی جیسا آٹھٹھڑے مزاج کا شخص امینان سے دمکیاں اور گالیاں سن رہا تھا۔ وہ جانتا تھا کہ یہ ایک بے بس شخص کا ہڈیاں ہے۔ اس کے بعد جب جارج منت و ساجت پر آیا تو کنگ بیٹھی نے قہقہہ لگا کر کہا۔ ”بے وقوف شخص خوف سے میری“ کانپیں ہانگ رہی تھیں“ اور تم منت و ساجت پر اتر آئے ہو۔“

جارج نے لچلچت آمیز انداز میں کہا۔ ”میری بیٹی معصوم ہے۔ خدا کے لیے اسے کچھ نہ کہنا۔ تم جو کہو میں کرنے کے لیے تیار ہوں۔“ م..... میں..... تمہارے جوتے کا تلو ابھی چاٹ لوں گا لیکن خدا کے لیے میری بیٹی کو چھوڑ دو۔“

”چھوڑ دین گے اور تمہیں تلوے چاہنے کی بھی ضرورت نہیں ہے۔“ کنگ کا لہجہ مزید بڑھا۔ ”تمہیں صرف ایک فائٹ کرنی ہے۔ جیت گئے تو بیٹی کے ساتھ تمہیں بھی چھوڑ دیں گے۔ لڑنا تو تم خوب جانتے ہو نا.....“

”م..... میں سمجھا نہیں۔“ کنگ کا لہجہ سخت ہوا۔ ”میں نے جرمن زبان استعمال نہیں کی۔ تمہیں ایک مقابلہ کرنا ہو گا۔ مقابلے کی شرائط میری مرضی کی ہوں گی۔ تم جیتے تو بیٹی کو بھی لے جانا اور ساتھ میں بیوی کے خون کے بدلے میں ایک ملین ڈالر بھی اگر ہار گئے تو تمہاری بیٹی کے ساتھ من چاہا سلوک کرنے کے لیے میں آزاد ہوں گا۔ اپنے حمایتی کی مدد سے جو ضمانت چاہو لے سکتے ہو۔“ یہ کہہ کر کنگ نے کال کاٹ دی۔

☆☆☆

منظر ایک کافی بڑے ہال کا تھا جو روشنیوں سے جگمگا رہا تھا۔ اس ہال میں ایک سو سے زائد مرد و زن موجود تھے۔ ان بھی نے اپنے لباس کے اوپر سرخ رنگ کی ایک مخصوص جیکٹ پہنی ہوئی تھی۔ یہ بھی تقریباً ارباب تھے اور نسلی تقاضا کا شکار تھے۔ کسل پرستوں کی ایک خفیہ تنظیم تھی جس کے سبھی ممبران تھے۔

ہال کے وسط میں ایک رنگ تھا۔ جارج اپنے مخصوص جاکے میں اس رنگ میں موجود تھا۔ کنگ بیٹھی بھی نفس

لبادوں میں لمبوں وہ ”راک برادرز“ تھے۔ دونوں جڑواں بھائیوں کے چہرے سہ ہوتے تھے اور چہروں پر چوٹوں کے نشان بھی تھے۔ صاف ظاہر تھا انہیں زبردستی لایا گیا تھا۔ کنگ کی آواز ابھری۔ ”راک برادر رنگ سے دور تھے“ انہیں بطور خاص عزت مآب جارج اپول صاحب کی مدد کے لیے بلایا گیا ہے۔ راک برادرز کو دوسروں کی مدد کرنے کا شوق بھی خوب ہے اور میں ریلوے اسٹیشن کی ایک فوج دیکھ کر ان کا مداح ہو گیا ہوں۔ کیا خوب لڑتے ہیں دونوں بھائی۔ واہ ان کی شاندار پرفارمنس سے یقیناً تم سب خوب مخطوط ہو گے۔“

اس دوران راک برادرز رنگ میں پہنچا دیے گئے تھے۔ دونوں کو دیکھتے ہی جارج نے ہاتھ جوڑ دیے۔ ”میں معافی چاہتا ہوں۔ تمہاری اس مصیبت کا ذمے دار میں ہوں۔“

دونوں کی طرف سے سرد مہری کا مظاہرہ ہوا تو جارج بچھہ دل کے ساتھ خاموش ہو گیا۔

پھر ان کے مقابلے کے لیے تین فائٹر سامنے آئے تو تماشاخیوں کے شور سے کانوں کے پردے پھٹنے لگے۔ سفید شور برش کنگ کے پہلو میں ایک مارک چوہر تھا جس کے پاس دنیا کے سب سے مضبوط انسان ہونے کا ورلڈ ٹائٹل تھا۔ انسانی خدو خال کو نظر انداز کر دیا جائے تو اس چار سو پونڈ سے زائد وزن کے مارک چوہر کو جھکی بھینسا کہا جا سکتا تھا۔ کہا جاتا تھا کہ ایک ”حقیقی مقابلے“ میں مارک کو ہرانا تقریباً ناممکن تھا۔

برش کنگ کے دوسرے پہلو میں ایک ڈبلا پتلا نوجوان تھا۔ بظاہر وہ نوجوان کسی وزن دار فائٹر کے ایک ہاتھ کی مار بھی نہیں تھا مگر جارج سمیت راک برادرز اس نوجوان سے خوب واقف تھے۔ اس کا نام گیری اور برائے تھا اور وہ کنگ تھا کی کا ورلڈ رز آپ تھا۔ رنگ میں اس پر بجلی کا گمان ہوتا تھا۔

جارج نے جھک کر رنگ کے پاس موجود انڈر ورلڈ کے بڑے کے نمائندے سے کہا۔ ”یہ مکمل نا انصافی ہے۔ ہمارے مقابلے میں گیری اور برائے، مارک چوہر بہت بڑے نام ہیں۔ ان کے ناموں کے ساتھ ورلڈ ٹائٹل ہیں۔“

نمائندے نے اثبات میں سر ہلایا اور کنگ جیتنے کی طرف مڑتے مڑتے رک گیا۔ ”میرے خیال میں تم لکھ کر دے چکے ہو کہ مقابلے

اپنی وہیل چیئر پر رنگ کے قریب بیٹھا ہوا تھا۔ اس کے سامنے چھوٹی سی ٹیبل دھری تھی جس پر بایٹک نصب تھا۔ آج کی ”خاص تقریب“ کا میزبان بھی وہ خود تھا۔

راک مین نے اپنی ڈوریاں ہلائی تھیں۔ انڈر ورلڈ کے ایک بڑے نام اور جوزی فائٹر کی مدد سے مطلوبہ ضمانت حاصل کر لی تھی۔ انڈر ورلڈ کے بڑے نام کا ایک نمائندہ بھی وہاں موجود تھا۔ البتہ ”سیاہ رنگ“ والے راک مین کو ”سفید چوڑی“ والوں نے اپنے درمیان آنے کی اجازت دینے سے انکار کر دیا تھا۔

تماشاخیوں کے شور کے درمیان کنگ جیتنے کے پہلو میں موجود ایک قتالہ نے نکمٹھا کر بایٹک کے قریب منہ لے جا کر کہا۔

”پلیز! خاموشی اختیار کریں۔ کنگ کچھ بات کرنا چاہ رہے ہیں۔“

شور ویر سے سہ دم ہوا اور پھر خاموشی چھا گئی۔ اس قتالہ عالم نے بایٹک مزید کنگ کی طرف کھسکا دیا۔

کنگ کی دہنگ آواز پورے ہال میں بلند ہوئی۔ ”تم سب لوگ جانتے ہو کہ رنگ میں کھڑا یہ کالا میرا مجرم ہے مگر تم سب لوگوں کی تفریح کی خاطر میں نے اسے ایک موقع دینے کا فیصلہ کیا ہے۔“

اس بات پر سفید فام نسل پرستوں نے خوب تالیاں پیٹیں۔

تالیاں کا شور تھا تو کنگ نے مزید کہا۔ ”یہ کالا اپنے دو اور ساتھی کالوں کے ساتھ برش کنگ اور اس کے دو ساتھیوں سے مقابلہ کرے گا۔ مقابلے کے اصول ریفری بتا دے گا۔“

یہ نئی بات جارج کے علم میں آئی تھی۔ اس کا اندازہ تھا کہ صرف اسے ہی دہدو کسی کے ساتھ لڑایا جائے گا۔ کنگ کی آواز بلند ہوئی۔ ”مزید بات کرنے سے پہلے میں چاہتا ہوں کہ اس کے دونوں ساتھیوں کو لایا جائے۔“ کنگ کے لہجے میں طنز کی آمیزش ہوئی۔ ”تاکہ کچھ وقت ملنے کے سبب یہ جو طے کرنا چاہیں کر لیں اور کسی قسم کی نا انصافی محسوس نہ کریں۔“

اس دریا دلی پر ایک دفعہ پھر کنگ کے لیے تالیاں بجی تھیں۔

تھوڑی دیر میں جارج کے دونوں ساتھیوں کو لایا گیا۔ دونوں کو دیکھتے ہی جارج ہچکا گیا۔ اپنے مخصوص

اعلان کے ساتھ ہی دگنا ہو گیا تھا۔
نیچے گر گئے ہی کئی مضبوط ہاتھوں نے جارج کو جکڑ کر
بے بس کر دیا۔

ہاتھوں سے بننے والے خون کے باوجود برٹن کنگ
کے ہونٹوں پر مسکراہٹ تھی۔ باپ سے لگا ہیں ملتے ہی یہ
مسکراہٹ دونوں طرف نظر آنے لگی تھی۔
جارج کئی مضبوط افراد کی گرفت میں پھلے جا رہا تھا۔
لگتا تھا جیسے وہ ذہنی توازن کو بچھا ہے۔ اسکرین آف ہو
گئی تھی۔

انڈر ورلڈ کے بڑے کا نمائندہ کنگ میتھی کے پاس
پہنچ گیا تھا۔ دونوں کے درمیان تلخ انداز میں گفتگو ہوئی۔
پھر کنگ نے ایک کاغذ لہراتے ہوئے نمائندے کے سامنے
کر دیا۔ نمائندے نے جیب سے نظر کا چشمہ نکالا اور لگا کر
اس کاغذ کا بغور مطالعہ کرنے لگا۔ تھوڑی دیر بعد نمائندہ
جارج کے قریب آیا اور پتھر مارا۔

”اس جذباتیت کو بچا کر رکھو، تم اپنے ہاتھ کاٹ کر
اس شیطان کو دے چکے ہو۔ جو ہونا طے ہو چکا ہے، اسے کم
از کم لڑ کر ہونے سے روکنے کی کوشش تو کرو۔ نہیں تو یہ
جذباتیت ہاتھ میں لے کر محض تماشائی بنو۔“

یہ الفاظ نہیں زور کا طمانچہ تھا جس نے ساری
جذباتیت لمحے میں جارج کے قدموں میں ڈھیر کر دی۔
رنگ کی طرف جاتے ہوئے اس کا رُواں رُواں کہہ رہا تھا۔
اسے لڑنا تھا اور آخری سانس تک لڑنا تھا۔ راک برادرز کے
باوجود اسے تنہا ہی لڑنا تھا۔ اپنی بیٹی کے لیے۔ وہ رنگ
میں پہنچا تو عقب سے دو ہاتھ اس کے کندھوں پر آئینگے۔
اس نے رخ موڑا۔ راک برادرز کے چہرے گداز میں
ڈوبے تھے اور دونوں ہی کی آنکھوں میں آنسو چمک رہے
تھے۔

”سانسوں کی روانی تک تو ہمہاں ماننے والے نہیں
ہیں تمہارے لیے نہیں تمہاری بیٹی کے لیے۔“
جارج کے مضمحل وجود میں جیسے توانائی کا سمندر پھوٹ پڑا۔
بازو پھیلائے وہ دونوں بھائیوں سے لپٹ گیا۔ تینوں کے
آنسو یکجا ہو گئے تھے۔
جذبات کا ریل گاڑی لگ گیا۔

ریفری نے بائیک پر لڑائی کے اصول بتائے۔ کسی کو
بھی حریف کے نازک اعضا، گردن اور آنکھوں پر ضرب
لگانے کی اجازت نہیں ہوگی۔ جیتنے کے لیے دونوں ٹیموں
کے لیے ضروری تھا کہ وہ مخالف ٹیم کے تینوں فائزر کو ناک

کے اصول و ضوابط کنگ ملے کرے گا۔ ایسا نہیں ہے تو میں
بات کرتا ہوں۔“
جارج طویل سانس لے کر رہ گیا۔ ”نہیں۔۔۔ بس
رہنے دو!“

کنگ میتھی کی آواز دوبارہ گونجی۔ ”اب میں جیتنے
اور ہارنے والوں کے لیے کچھ اعلان کرتا چاہوں گا۔ ایک
ٹیم کا کپتان جارج ایول اور دوسری پارٹی کا کپتان برٹن
کنگ ہے۔ جارج کے جیتنے کی صورت میں اس کی نہ صرف
بینی خیر و عافیت سے اس کے حوالے کر دی جائے گی بلکہ
اسے ایک ملین ڈالر کی خلیفہ رقم بھی دی جائے گی اور آپ
سب کے سامنے میں زبان سے اقرار کر رہا ہوں کہ
میں..... اس کی دشمنی سے دستبردار ہو کر اسے معاف کر دوں
گا۔“

تالیوں کے شور کے درمیان کنگ کا لہجہ ڈرامائی
ہوا..... ساتھ ہی ہال میں نصب دیو قامت اسکرین بھی
روشن ہو گئی۔ اس میں سوئٹنگ کے ناکانی لباس میں جلیوس
میتھی ایک ان ڈور سوئٹنگ پول کے کنارے پانی میں پاؤں
لٹکائے کم صدمہ ہی بیٹھی تھی۔ سوئٹنگ پول کے پانی سے ہلکی ہلکی
بھاپ اٹھ رہی تھی۔ مختلف کمرے مختلف راویوں سے میتھی
کے جسم کو نمایاں کرنے لگے۔

مردولی نے بیٹیاں بچانا شروع کر دی تھیں اور
جارج پتھر کے بت میں تبدیل ہو گیا تھا۔ کنگ میتھی کی
آواز ابھری۔ ”اور اگر برٹن کنگ کی ٹیم جیت گئی تو یہ
”رنگ دار“ لڑکی برٹن کی ہو جائے گی۔“

اس دوران میں ایک مائیک برٹن کنگ کے پاس بھی
پہنچ گیا تھا۔ اس نے باپ کے شیطانی منصوبے کو آگے
بڑھاتے ہوئے کہا۔ ”اور میں اس ٹینک لڑکی کے ساتھ اس
رنگ میں آپ لوگوں کے سامنے فتح کا جشن مناؤں گا۔
مجھے یقین ہے کہ تم اس ”لائویشن“ سے ضرور۔“

اس کا فقرہ درمیان میں رہ گیا تھا۔ جارج اڑتا ہوا
اس پر جا کر اٹھا۔ ابتدائی سبقت لے کر اس نے برٹن کنگ
کو گھونسا جڑ دیا۔ ساتھ ہی وہ غیر انسانی آواز میں چلاتے
ہوئے نہ جانے کیا کیا کہہ رہا تھا۔

برٹن کنگ گھونسا کھا کر لڑکھڑا گیا تھا۔ جارج کے
مزید ضربات لگانے سے پہلے مارک نے اس کی گردی پر
ہاتھ رکھ کر اسے کھلونے کے مانند رنگ سے باہر پھینک دیا
تھا۔

تماشاخیوں کا جوش و خروش برٹن کنگ کے شیطانی

راک برادر نے بے در پے ایک ہی مقام پر چند
ضربیں لگائیں تو تماشائیوں کو جیسے سانپ سونگھ گیا۔ مارک
کی کراہیں محسوس یا پھر جارج وغیرہ کی جوشی آوازیں۔
جذبات میں راک برادر ”دو“ کے زیادہ ہی نزدیک
چلا گیا۔ جس کا اس نے بھرپور فائدہ اٹھایا۔ راک برادر کی
اس نے ٹانگ پہنچ کر گرایا اور پھر اسے رگید کر رکھ دیا۔
تماشا کی اوپر برٹن کنگ وغیرہ دوبارہ اسے جان
پکڑنے لگے۔

تھوڑی ہی دیر میں مارک نے راک برادر کی درگت
بنادی۔ جب اس نے راک برادر کو سر سے اٹھا کر چٹا اور
پھر اس کی ٹانگ مخصوص انداز میں تمام کر بلند کر دی۔
ریفری دوڑ کر قریب آگرا۔ ریفری کی کھتی کے ساتھ ہی
دھڑکنیں بڑھ گئیں۔ مارک کی اس ضرب کے بعد کسی نے
حریف کو اٹھنے نہیں دیکھا تھا مگر آج کوئی ٹکٹنگ نہیں تھی
اور دوسری طرف تو ایک بہت بڑا مقصد تھا۔ بیٹھی کو ایک
شیطان سے بچانے کا۔
ریفری کی کھتی تین پرجانے سے پہلے ہی راک برادر
نے پہلو اٹھا دیا۔

جارج اور دوسرے بھائی نے اس کی حوصلہ افزائی
کی۔ تماشائیوں کا شور دھیمہ پڑ گیا۔ ہنری نے پہنچ کر راک
برادر کو کھڑا کیا اور ضربات لگا کر مزید دم کر دیا۔ اس
کے بعد فیصلہ کن ضرب لگانے کے لیے اسے رسوں کی طرف
اُچھلا۔ مگر اگلا ہی بل سب کو ششدر کر گیا۔ ادھ موئے
راک برادر میں جیسے بجلی سے دوڑی تھی۔ رسوں کی طرف
گوئی کی رفتار سے جاتے جاتے وہ ہوا میں اُچھلا۔ رسوں
سے پاؤں ٹکڑا کر اس نے فضا میں قلابازی کھائی اور پھر
دونوں ٹانگیں جوڑے توپ کے گولے کے مانند چار سو پونڈ
سے زائد وزن کے اس دیو کے سینے سے نکل آیا۔ اگلے ہی
پل دیو چت گرا ہوا تھا۔ راک برادر نے دوڑ کر جارج کو
ہاتھ دیا۔ فوراً ہی جارج رنگ میں تھا اور راک برادر باہر۔

جارج نے بے در پے مارک کی مضروب ٹانگ پر
ضربیں لگائیں اور پھر اس کی ٹانگ تمام کر سر کی طرف پہنچ
دی۔ کئی پوری ہونے سے پہلے مارک نے پہلو اٹھا دیا۔
اگلے دو منٹ میں جارج کا پلڑا جھک چکا تھا۔ ایک
موقع پر مارک نے جارج کو دھکا دیا اور پھر لڑکھاتا ہوا
اپنے کونے کی طرف بڑھا۔ تماشائیوں نے اس کی بھرپور
حوصلہ افزائی کی۔ جارج کے پہنچنے تک وہ... گیری
اور اسے کو ہاتھ دے چکا تھا۔

آؤٹ کرے۔
دونوں ٹیموں کے دو، دو فائٹرز رنگ سے باہر کونے
میں موجود رہیں گے۔ رنگ میں ایک کا ایک ہی سے مقابلہ
ہوگا البتہ ہاتھ دے کر باہر موجود کسی بھی فائٹرز سماجی کے
ساتھ جگہ تبدیل کی جاسکتی تھی۔
تماشا تینوں کے جوش و خروش کے درمیان مقابلے کا
آغاز ہو گیا۔ ایک جانب سے مارک میدان میں اترا تھا۔
جارج نے رستا ہلکنے کی کوشش تو راک برادر میں سے
ایک نے اس کے کندھے پر ہاتھ رکھتے ہوئے قطعی انداز
میں کہا۔

”مظہور، میں جاؤں گا۔“
جارج رک گیا تو راک برادر میدان میں اترا۔
مقابلہ شروع ہوتے ہی مارک نے دوڑ کر راک
برادر کو کندھے مارنے کی کوشش کی۔ اتنے وزن کے
بادو اس کی پھرتی قابل ستائش تھی مگر راک برادر طرح
دے گیا۔ مارک اپنی جھونک میں رسوں سے جا ٹکرایا۔
راک برادر ہوا میں اچھلا اور اس کی جڑی ہوئی ٹانگیں
مارک کی ستون جیسی ٹانگ سے ٹکرائیں۔ مارک لڑکھاتا۔
تماشا تینوں کا شور بلند ہوا۔ راک برادر دوبارہ ضرب لگانے
کے لیے پیچھے ہٹا اور تیزی سے دوڑ کر دوبارہ فضا میں بلند
ہوا مگر ضرورت سے زیادہ لڑکھانے کی اداکاری کرتے۔
ہوئے مارک تیزی سے ایک طرف ہٹ گیا۔ راک برادر
پشت کے بل گرا اور سینکڑے سے بھی کم وقت میں رول کرتے
ہوئے ایک کونے میں چلا گیا۔ اسی وقت مارک بھاری پتھر
کے مانند بھتی کے بل اسی جگہ پر گرا جہاں لحظہ بھر پہلے راک
برادر موجود تھا۔

اس کے اٹھنے سے پہلے مارک برادر رسوں سے
فورس لے کر اُچھلا۔ نیچے آتے ہوئے اس کا گھٹنا مڑا اور یہ
مڑا ہوا گھٹنا پوری طاقت سے عین اس جگہ پر لگا جہاں پہلے
ہی راک برادر ضرب لگا چکا تھا۔
مارک کے چہرے پر تکلیف نظر آئی۔ شاید یہ بھی اس
کی پہلی ”حقیقی فائٹ“ تھی۔

برٹن کنگ کا چہرہ اترا سا گیا تھا۔ اس کا سب سے
طاقتور گھوڑا پٹ رہا تھا جبکہ گیری اور اسے کا چہرہ ساٹ
تھا۔ ظاہر ہے وہ کرائے کا فوجی تھا جبکہ دوسری جانب
جذبات کا دریا کناروں سے باہر آ رہا تھا۔ دوسرے بھائی
اور جارج کا اعتماد آسمان کو چھونے لگا تھا۔ وہ پہنچ چکے
راک برادر کا حوصلہ بڑھانے لگے۔

عبدالوفا

جاننا تھا کہ کنگ ایک فیلڈ کنگ ہے۔ لیکن وہ کیا تو اس کی دنیا تاریک ہو جائے گی۔ اس نے کنگ کے جسم سے پوچھا۔ ”کچھ باتی ہے؟ جسم کی نامعلوم گہرائی سے مدھمسی آواز آئی۔“ ہاں، خدا نے باپ کی ہڈیوں میں اولاد کے لیے کچھ خاص بھی چھپا کر رکھا ہوتا ہے۔ چاہیے؟“

ظاہر ہے جارج کا جواب ہاں میں تھا۔
آنکھ ملی زمین پر اندھیروں کی یلغار پسپا ہونے لگی۔ وجود میں توانائی محسوس ہوئی تو اس نے دھکیل کر برٹن کنگ کو دور ہٹایا۔

جارج ابول کھڑا ہو چکا اور برٹن کنگ آنکھیں جھپکتے ہوئے ناقابل یقین نظروں سے دیکھتے ہوئے اس پر جھپٹا۔ جارج نے جھکاؤ دے کر اسے کمرے سے تھاما اور پھر اٹھا کر اپنے سر کے دوسری طرف پھینچ دیا۔

تماشا بینوں کے ساتھ ساتھ کنگ میتھی کو بھی سانپ سوکھ گیا تھا۔ لگتا تھا اسے ہارٹ ایک ہوجائے گا۔

جارج نے جب تین دفعہ یہی عمل دہرایا تو برٹن کنگ بے سندھ ہو گیا۔ چوتھی دفعہ برٹن کنگ کے حلق سے پتلی نکل گئی۔

جارج نے اس کی ٹانگ بلندی کی۔ ریفری کی منفی شروع ہوئی۔ تین کے بعد بھی برٹن کنگ کے وجود میں حرکت نہیں ہوئی تھی۔

برٹن کنگ کی ٹانگ چھوڑتے ہوئے جارج کو بدبو کا احساس ہوا۔ برٹن کنگ کا سب کچھ خطا ہو چکا تھا۔

☆☆☆

دو ماہ بعد جارج ہمیشہ کے لیے انسانی حقوق کے نام نہاد سب سے بڑے علبردار امریکا کو چھوڑ رہا تھا۔ میتھی کے ساتھ ساتھ راک برادرز اور ان کی ماں بھی اس کے ساتھ تھے۔ ان کی نئی منزل جنوبی افریقہ تھی۔

ایئرپورٹ پر خدا حافظ کہتے ہوئے ایوا۔ اُس کے گلے سے لگ کر سسک پڑی۔ ”تم رک نہیں سکتے؟“
جارج نے نرمی سے اسے جدا کیا۔ ”تم جانتی ہو یہ ممکن نہیں ہے۔“

راک مین اور اس کے دو درجن ساتھیوں سے گلے مل کر خدا حافظ کہتے ہوئے اس کی آنکھیں بھر آئی تھیں۔
جہاز میں جب اس کے کندھے پر سر رکھ کر میتھی سو گئی تو وہ بہت دیر اسے نکتا رہا تھا۔ ہاں... آخر میں یہ بتانا تو رہ گیا کہ دوسری ”بدبودار“ ٹکسٹ کے بعد برٹن کنگ نے خود کو گولی مار کر خود کشی کر لی تھی۔

❖❖❖

اگلے ہی پل ایک نیا جہاز ہلیکوپٹر کے سامنے تھا۔ جس نے برق رفتاری سے ٹانگوں اور ہتھکڑی کے استعمال سے جارج کو بکھلا کر رکھ دیا۔ کئی ضربات سہہ کر بھی اس برق رفتاری دشمن کو کوئی قابل ذکر ضرب لگانے میں کامیاب نہیں ہوا تھا۔

جارج کو سانس بحال کرنے کی ضرورت تھی۔ موقع پا کر اس نے تازہ دم راک برادر کو ہاتھ دیا اور خود باہر چلا گیا۔

فائنٹ طویل سے طویل ہوتی جا رہی تھی۔ کوئی بھی پار ماننے کو تیار نہیں تھا۔ توانائیاں تیزی سے کم سے کم ہوتی جا رہی تھیں۔ جارج اور برٹن کنگ کا بھی دو دفعہ سامنا ہوا تھا۔ جارج نے محسوس کیا کہ وہ کم بخت ابھی تک تازہ دم تھا۔ لڑائی کا زیادہ تر پوجا اس کے ساتھیوں نے اٹھایا ہوا تھا۔

رفتہ رفتہ انسانی جسم ہار ماننے لگے۔ پہلے راک برادر میں سے ایک بے ہوش ہو کر ناک آؤٹ ہوا۔ جس کا بدلہ فوراً ہی اس کے بھائی نے چکا دیا۔ گیری اور ابرائے نے اس کے مخصوص داؤ میں پھنس کر ہار مان لی۔

اس کے بعد اس نے دو کو بھی آخر کار کرا دیا اور خود بھی اس کے اوپر گر کر بے ہوش ہو گیا۔ دونوں کو اسٹریچر پر باہر لے جایا گیا تھا۔

راک برادرز نے اپنی زبان نبھائی تھی۔ ہوش و حواس میں انہوں نے ہار نہیں مانی تھی۔

اگلے چند منٹوں میں دونوں ٹیموں کے ”کپتان“ ایک دوسرے کے مقابل تھے۔ جہاں تماشا بینوں کا جوش و خروش عروج کو چھو گیا تھا۔ وہیں پہلی دفعہ کنگ میتھی کے چہرے پر اضطرابی کیفیت نمایاں ہوئی مگر جلد ہی یہ اضطراب ختم ہو گیا۔ جارج اپنی تمام تر توانائی استعمال کر چکا تھا۔ برٹن کنگ نے اسے دھتک کر رکھ دیا۔ اس کے بعد اس نے جارج کی ٹانگ بلندی کی مگر اس نے پہلو اٹھا دیا۔

تھوڑی دیر میں جارج کسی مست شرابی کے مانند نظر آ رہا تھا جو محض ہوا میں ہی ہاتھ چلا رہا تھا۔ برٹن کنگ نے دوبارہ اسے گر کر ٹانگ بلندی کی مگر اس نے پھر پہلو اٹھا دیا۔ اس کے بعد یہ سلسلہ شروع ہوا تو برٹن پر جھنجھلاہٹ سوار ہو گئی۔ حریف کی صورت ہار ماننے کو تیار نہیں تھا۔ مانتا بھی تو کیسے اس کی ستارچاں داؤ پر لگی تھی۔

برٹن پر بھی اب ٹھکن پوری طرح سے سوار ہو چکی تھی۔ اس کے اعضا جھل جھل ہو گئے تھے اور اس کے نیچے دبے جارج کے دماغ پر اندھیرے یلغار کر رہے تھے۔ وہ